Spot CMYK#Waheed

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت

مفتی محمد یونس　مفتی محمد امجد　حکیم محمد فیضان　غفار الحق

فی شمارہ.................. 25 روپے

سالانہ.................. 300 روپے

پبلشرز

محمد رضوان

سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط وکتابت کا پتہ

ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959

راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر

الحاج غلام علی فاروق

(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہوجانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17

عقب پٹرول پمپ وچمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270　فیکس: 051-5780728

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

ترتیب وتحریر

			صفحہ
اداریہ	ملک اندھے، بہرے اور گونگے فتنوں کی لپیٹ میں	مفتی محمد رضوان	۳
درسِ قرآن (سورہ بقرہ: قسط ۱۰۱)	مریض اور مسافر کے لئے فرض روزہ کا حکم	″ ″	۵
درسِ حدیث	اسلامی ملک کی حفاظت وپاسبانی کی فضیلت واہمیت	″ ″	۱۰
مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ			
	اہم انتباہ	مفتی محمد رضوان	۲۳
	جنت کے قرآنی مناظر (جنت اور اس کی بہاریں: قسط ۹)	مفتی محمد امجد حسین	۲۴
	گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا	مولانا محمد ناصر	۳۰
	تجارت انبیاء وصلحاء کا پیشہ (سولہویں وآخری قسط)	مفتی منظور احمد	۳۴
	ماہِ صفر: چھٹی نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات	مولانا طارق محمود	۳۷
علم کے مینار	تاریخِ اسلام کی باکمال خواتین	مفتی محمد امجد حسین	۳۹
تذکرۂ اولیاء:	مجاذیب اور تحریکِ آزادئ ہند	″ ″	۴۴
پیارے بچو!	شاگردوں کا امتحان	مولانا محمد ناصر	۵۴
بزمِ خواتین	توبہ کی ضرورت	مفتی محمد یونس	۵۶
آپ کے دینی مسائل کا حل	ووٹ کی شرعی حیثیت	ادارہ	۶۲
کیا آپ جانتے ہیں؟	سونے کے آداب (قسط ۳)	مفتی محمد رضوان	۷۶
عبرت کدہ	حضرت یوسف علیہ السلام (قسط ۳۲)	ابوجویریہ	۸۵
طب وصحت	بیمار کی عیادت کے وقت کی مسنون دعائیں	مفتی محمد رضوان	۸۹
اخبارِ ادارہ	ادارہ کے شب وروز	مولانا محمد امجد حسین	۹۲
اخبارِ عالم	قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں	حافظ غلام بلال	۹۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

مفتی محمد رضوان

ملک اندھے، بہرے اور گونگے فتنوں کی لپیٹ میں

گزشتہ کئی سالوں سے وطنِ عزیز جہاں اور کئی مسائل کا شکار ہے، وہیں اس کو تاریخی دہشت گردی کا بھی سامنا ہے، جگہ جگہ دھماکے، بم حملے جاری ہیں، جس کی وجہ سے بے شمار بچے، بڑے اور بوڑھے جان سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں، یا معذور و یتیم اور لاوارث وغیرہ ہو چکے ہیں، اور جو زندہ ہیں، وہ بھی اپنے آپ کو گھر سے باہر نکل کر محفوظ نہیں سمجھتے۔

اور تعجب خیز بات یہ ہے کہ اس قسم کی زیادہ تر کارروائیاں اسلامی ملکوں میں ہی جاری ہیں۔

ان کارروائیوں کے بارے میں بعض تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ یہ کارروائیاں دشمنانِ اسلام کی طرف سے کرائی جارہی ہیں، تاکہ مسلمان اپنے اندرونی مسائل میں الجھے رہیں، اور اس طرح اندر ہی اندر سے کھوکھلے ہو جائیں۔ جبکہ بعض تجزیہ نگاروں کی رائے یہ ہے کہ اس طرح کی کارروائیوں کے پیچھے اس ملک کے اپنے حکمرانوں کا ہاتھ ہے، تاکہ وہ اپنے ملک کے عوام کو ان مسائل سے دوچار رکھ کر اور ان کی توجہ ان مسائل کی طرف مبذول رکھ کر اپنی حکومتوں کو توسیع دے سکیں، یا اپنی مرضی کے فیصلے مسلط کر سکیں، یا پھر ان کارروائیوں کو بہانہ بنا کر اپنے بڑے منصوبوں اور مقاصد کی تکمیل کر سکیں۔

جبکہ ان کے برعکس بعض تجزیہ نگاروں کے خیال میں اس قسم کی کارروائیاں مسلمانوں میں فرقہ واریت کے نتیجہ میں ہو رہی ہیں، مختلف فرقے ایک دوسرے کے مقابلہ میں برسرِ پیکار اور سرگرمِ عمل ہیں۔

اور بھی اس سے ملتے جلتے یا اس سے مختلف تجزیئے آئے دن سامنے آتے رہتے ہیں۔

اور ہمارے نزدیک واقعہ یہ ہے یہ اندھے، بہرے اور گونگے فتنے ہیں، جن کا سر و پیر معلوم نہیں، اور ان کو ہر ایک ہی چلتا دریا سمجھ کر ہاتھ دھونے میں مصروف ہے۔

احادیث میں اس طرح کے فتنوں کو اندھے اور بہرے قرار دیا گیا ہے، اور زبان کو قابو میں رکھنے اور ان فتنوں سے الگ رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

چنانچہ اس سلسلہ کی ایک حدیث کا مضمون یہ ہے کہ:

قیامت سے پہلے اندھا، بہرا اور گونگا فتنہ ہوگا، اور اُس فتنے کے زمانہ میں لیٹنے والا بیٹھنے والے سے بہتر، اور بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر، اور کھڑے ہونے والا چلنے والے سے بہتر، اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا (الشریعہ) ۱؎

اس طرح کے مضمون کی اور بھی کئی احادیث آئی ہیں، اور بعض احادیث میں اس زمانہ میں زبان کے فتنہ کو انتہائی شرانگیز قرار دیا گیا ہے۔ ۲؎

اس طرح کی احادیث کے پیشِ نظر ان فتنوں کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے، اس کی حقیقتِ حال اللہ ہی کو ہے، ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ مسلم معاشرہ میں اس طرح کی اندھی کارروائیوں اور حملوں ودھماکوں سے مسلم امت کا سر دوسری اقوام کے سامنے شرم سے جھکا ہوا ہے، اور مسلم معاشرہ امن وسکون کی زندگی بسر کرنے، بلکہ چین وسکون کے ساتھ عبادت واطاعت کرنے سے بھی محروم ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان اندھے، بہرے اور گونگے فتنوں کی لپیٹ سے امتِ مسلمہ کو جلد از جلد نجات عطا فرما کر مسلمانوں کی معاشرت کو پوری دنیا کے لئے ایک چین وسکون والی مثالی معاشرت بنادے، جس سے خود مسلمان بھی مستفید ہوں، اور غیروں کے لئے بھی اسلام کی طرف رغبت وکشش کا سامان پیدا ہو۔ آمین۔

۱؎ عَنْ خَالِدِ بْنِ أَبِی عِمْرَانَ، أَنَّ الْحَكَمَ بْنَ مَسْعُودٍ النَّجْرَانِيَّ، حَدَّثَهُ، أَنَّ أَنَسَ بْنَ أَبِی مَرْثَدٍ الْأَنْصَارِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :سَتَكُونُ فِتْنَةٌ بَكْمَاءُ صَمَّاءُ عَمْيَاءُ، الْمُضْطَجِعُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْقَاعِدِ، وَالْقَاعِدُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْقَائِمِ، وَالْقَائِمُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْمَاشِي، وَالْمَاشِي خَيْرٌ مِنَ السَّاعِي، وَمَنْ أَبَى فَلْيَمْدُدْ عُنُقَهُ(الشريعة للآجری، رقم الحديث ۷۷)

۲؎ عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ، ذَكَرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ " :وَيْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ مِنْ فِتْنَةٍ عَمْيَاءَ صَمَّاءَ بَكْمَاءَ، الْقَاعِدُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْقَائِمِ، وَالْقَائِمُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْمَاشِي، وَالْمَاشِي فِيهَا خَيْرٌ مِنَ السَّاعِي، وَيْلٌ لِلسَّاعِي فِيهَا مِنَ الله يوم القيامة"(صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ٦٧٠٥)

فی حاشية ابنِ حبان:إسناده صحيح على شرط مسلم.

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ :قُلْتُ :يَا رَسُولَ اللهِ، هَلْ بَعْدَ هَذَا الْخَيْرِ شَرٌّ كَمَا كَانَ قَبْلَهُ شَرٌّ ؟ قَالَ " :يَا حُذَيْفَةُ، اقْرَأْ كِتَابَ اللهِ وَاعْمَلْ بِمَا فِيهِ "، فَأَعْرَضَ عَنِّي، فَأَعَدْتُ عَلَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَعَلِمْتُ أَنَّهُ إِنْ كَانَ خَيْرًا اتَّبَعْتُهُ وَإِنْ كَانَ شَرًّا اجْتَنَبْتُهُ، فَقُلْتُ :هَلْ بَعْدَ هَذَا الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ ؟ قَالَ " :نَعَمْ، فِتْنَةٌ عَمْيَاءُ صَمَّاءُ، وَدُعَاةُ ضَلَالَةٍ عَلَى أَبْوَابِ جَهَنَّمَ، مَنْ أَجَابَهُمْ قَذَفُوهُ فِيهَا (مسند احمد، رقم الحديث ۲۳۴۴۹)

فی حاشية مسند احمد:حديث حسن.

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :سَتَكُونُ فِتْنَةٌ صَمَّاءُ، بَكْمَاءُ، عَمْيَاءُ، مَنْ أَشْرَفَ لَهَا اسْتَشْرَفَتْ لَهُ، وَإِشْرَافُ اللِّسَانِ فِيهَا كَوُقُوعِ السَّيْفِ(ابوداوٗد، رقم الحديث ۴۲۶۴)

(سورہ بقرہ قسط۱۰۱، آیت۱۸۴) مفتی محمد رضوان

مریض اور مسافر کے لئے فرض روزہ کا حکم

فَمَنۡ كَانَ مِنۡكُمۡ مَرِيۡضًا أَوۡ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنۡ أَيَّامٍ أُخَرَ(۱۸۳)

ترجمہ: پس جو تم میں سے مریض ہو، یا سفر میں ہو، تو اسے دوسرے دنوں میں (روزہ) شمار کر لینے کی گنجائش ہے(۱۸۳)

تفسیر وتشریح

مذکورہ آیت میں مریض اور مسافر کے لئے رمضان کے فرض روزہ کا حکم بیان کیا گیا ہے، کہ وہ دوسرے دِنوں میں روزہ کی قضاء کرلیں۔

احادیث میں مریض اور مسافر کے روزہ کی تفصیل آئی ہے، جس کو بالترتیب ذکر کیا جاتا ہے۔

مریض، حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کے روزہ کا حکم

حضرت ابوقلابہ کی سند سے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

إِنَّ اللّٰهَ وَضَعَ عَنِ الْمُسَافِرِ نِصۡفَ الصَّلَاةِ وَالصَّوۡمَ، وَرَخَّصَ لِلۡحُبۡلٰى وَالۡمُرۡضِعِ (سنن النسائی) [1]

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے مسافر سے آدھی نماز کو اور روزہ کو معاف کر دیا ہے، اور حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کو (روزہ نہ رکھنے کی) رخصت دے دی ہے (نسائی)

حضرت انس بن مالک کعبی قشیری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى وَضَعَ عَنِ الۡمُسَافِرِ الصَّوۡمَ، وَشَطۡرَ الصَّلَاةِ، وَعَنِ الۡحَامِلِ أَوِ الۡمُرۡضِعِ الصَّوۡمَ أَوِ الصِّيَامَ (سنن الترمذی) [2]

---

[1] رقم الحديث ۲۲۷۷، كتاب الصيام، ذكر وضع الصيام عن المسافر.

[2] رقم الحديث ۷۱۵، ابواب الصوم، باب ما جاء فى الرخصة فى الإفطار للحبلى والمرضع، واللفظ لهٗ، مسند احمد، رقم الحديث ۱۹۰۴۷.

وفى حاشية مسند احمد: حديث حسن.

Idara Ghufran

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے مسافر سے روزے کو اور آدھی نماز کو معاف کردیا ہے، اور حاملہ یا (بچہ کو) دودھ پلانے والی عورت سے روزہ یا (یہ فرمایا کہ) روزوں (کے رکھنے) کو معاف کردیا ہے (ترمذی)

اور ایک روایت میں ہے کہ:

إِنَّ اللّٰـهَ عَزَّ وَجَلَّ وَضَعَ شَطْرَ الصَّلَاةِ عَنِ الْمُسَافِرِ، وَوَضَعَ الصَّوْمَ أَوِ الصِّيَامَ عَنِ الْمَرِيْضِ وَالْحُبْلٰى وَالْمُرْضِعِ (الآحاد والمثانی لابنِ ابی عاصم)[1]

ترجمہ: بے شک اللہ عزوجل نے مسافر سے آدھی نماز کو معاف کردیا ہے، اور روزہ کو یا (یہ فرمایا کہ) روزوں کو مریض سے اور حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت سے معاف کردیا ہے (الآحاد والمثانی، طبرانی)

اس قسم کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مریض اور حاملہ اور اسی طرح بچہ کو دودھ پلانے والی عورت پر روزہ اسی وقت رکھنا ہی فرض نہیں، بلکہ بعد میں عذر دور ہونے کے بعد رکھ لینا جائز ہے۔

تفصیلی مسائل واحکام کے لئے ہماری کتاب ''ماہِ رمضان کے فضائل واحکام'' ملاحظہ فرمائیں۔

مسافر کے لئے روزہ کا حکم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ حَمْزَةَ بْنَ عَمْرٍو الْأَسْلَمِيَّ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَأَصُوْمُ فِي السَّفَرِ؟ وَكَانَ كَثِيْرَ الصِّيَامِ، فَقَالَ: إِنْ شِئْتَ فَصُمْ، وَإِنْ شِئْتَ فَأَفْطِرْ (بخاری) [1]

[1] رقم الحدیث ۱۹۴۳، کتاب الصوم، باب الصوم فی السفر والإفطار.

ترجمہ: حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کیا میں سفر میں روزہ رکھ لوں؟ اور وہ کثرت سے روزہ رکھا کرتے تھے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر آپ چاہیں تو روزہ رکھ لیں، اور اگر آپ چاہیں تو روزہ نہ رکھیں (بخاری)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنَّا نُسَافِرُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَعِبِ الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ، وَلَا

---

[1] رقم الحدیث ۱۴۹۳، ج۳ص ۱۶۲، الناشر، دارالرایة، الریاض، واللفظ لهٗ، المعجم الکبیر للطبرانی ،رقم الحدیث ۷۶۵.

Idara Ghufran

اَلْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ(بخاری) [1]

ترجمہ: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے، تو روزہ رکھنے والا شخص روزہ نہ رکھنے والے شخص پر کوئی عیب نہیں لگاتا تھا، اور نہ ہی روزہ نہ رکھنے والا شخص روزہ رکھنے والے پر کوئی عیب لگایا کرتا تھا(بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر سفر میں کوئی روزہ نہ رکھے، تو بھی کوئی عیب کی بات نہیں، اور اگر کوئی روزہ رکھ لے، تو بھی کوئی عیب کی بات نہیں۔

حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّـهُ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَجِدُ بِيْ قُوَّةً عَلَى الصِّيَامِ فِي السَّفَرِ، فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ؟ فَـقَـالَ رَسُـوْلُ الـلّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هِيَ رُخْصَةٌ مِّنَ اللّٰهِ، فَمَنْ أَخَذَ بِهَا، فَحَسَنٌ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَّصُوْمَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ (مسلم) [2]

ترجمہ: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں سفر میں روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہوں، تو کیا مجھ پر (سفر میں روزہ رکھنے کی وجہ سے) کوئی گناہ ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ (سفر میں روزہ نہ رکھنا) اللہ کی طرف سے رخصت ہے، جو اس کو اختیار کرے، تو اچھی بات ہے، اور جو روزہ رکھنا چاہے، تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں (مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ سفر میں روزہ نہ رکھنے کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے رخصت ہے، جو اس رخصت کو اختیار کرے، تو اس میں نہ یہ کہ کوئی برائی نہیں، بلکہ اچھی بات ہے، اور اگر کوئی روزہ رکھ لے تو بھی کوئی گناہ نہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَـانَ رَسُـوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ، فَرَأٰى زِحَامًا وَرَجُلًا قَدْ ظُلِّلَ عَـلَيْـهِ، فَـقَـالَ: مَـا هٰـذَا؟ فَـقَـالُـوْا: صَـائِـمٌ، فَقَالَ: لَيْـسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ (بخاری، رقم الحديث ۱۹۴۶، كتاب الصوم)

---

[1] رقم الحديث ۱۹۴۷، كتاب الصوم، باب: لم يعب أصحاب النبی صلی الله عليه وسلم بعضهم بعضا فی الصوم والإفطار.

[2] رقم الحديث ۱۱۲۱ "۱۰۷" كتاب الصيام، باب التخيير فی الصوم والفطر فی السفر.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے، تو آپ نے (ایک جگہ لوگوں کا) ہجوم دیکھا، اور ایک آدمی کو دیکھا کہ اس پر سایہ کیا جارہا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے کیا ہوگیا؟ صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ یہ روزہ دار ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سفر میں روزہ رکھنا کوئی بھلائی کا کام نہیں ہے (بخاری، مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کو سفر میں روزہ رکھنے سے مشقت پیش آتی ہو تو روزہ رکھنا کوئی کارِ خیر نہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلٰى مَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ، فَصَامَ حَتّٰى بَلَغَ كُرَاعَ الْغَمِيْمِ، وَصَامَ النَّاسُ مَعَهٗ، فَقِيْلَ لَهٗ: إِنَّ النَّاسَ قَدْ شَقَّ عَلَيْهِمُ الصِّيَامُ، وَإِنَّ النَّاسَ يَنْظُرُوْنَ فِيْمَا فَعَلْتَ، فَدَعَا بِقَدَحٍ مِّنْ مَّاءٍ بَعْدَ الْعَصْرِ، فَشَرِبَ، وَالنَّاسُ يَنْظُرُوْنَ إِلَيْهِ، فَأَفْطَرَ بَعْضُهُمْ، وَصَامَ بَعْضُهُمْ، فَبَلَغَهٗ أَنَّ نَاسًا صَامُوْا، فَقَالَ: أُولٰئِكَ الْعُصَاةُ (ترمذی) [۱]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتحِ مکہ کے سال (مدینہ سے) مکہ کی طرف نکلے، اور آپ نے روزہ رکھا، یہاں تک کہ آپ ''کراعِ غمیم'' (مقام) تک پہنچ گئے، اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ روزہ رکھا ہوا تھا، آپ سے عرض کیا گیا کہ لوگوں پر روزہ شاق گزر رہا ہے، اور لوگوں کی آپ کے عمل پر نظر ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد پانی کا ایک پیالہ منگایا، پھر آپ نے پانی پیا، اور لوگ آپ کو دیکھ رہے تھے، بعض لوگوں نے تو روزہ توڑ دیا، اور بعضوں نے روزہ نہیں توڑا، پھر آپ کو معلوم ہوا کہ بعض لوگوں نے (ابھی تک) روزہ رکھا ہوا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ گناہ گار لوگ ہیں (ترمذی)

اسی قسم کی حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ [۲]

---

[۱] رقم الحدیث ۷۱۰، ابواب الصوم، باب ما جاء فی کراھیة الصوم فی السفر.

[۲] عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ " :خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِينَةِ صَائِمًا فِي شَهْرِ رَمَضَانَ، فَلَمَّا أَتَى قُدَيْدًا أَفْطَرَ، فَلَمْ يَزَلْ مُفْطِرًا حَتَّى دَخَلَ مَكَّةَ(مسند الإمام أحمد،رقم الحديث ۳۲۰۹،واللفظ لهٗ، سنن النسائی ، رقم الحدیث ۲۳۱۳)

فی حاشیة مسند احمد: إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين غير مقسم، فقد روى له البخاری حديثاً واحداً، وهو ثقة.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس سے معلوم ہوا کہ اگر سفر میں کسی کو روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو، اور روزہ کی وجہ سے غیر معمولی مشقت پیش آتی ہو، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی ہوئی رخصت کو چھوڑ کر روزہ رکھنے کی مشقت میں پڑنا اچھی بات نہیں۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی نے روزہ رکھ لیا، اور پھر سفر شروع کیا، اور سفر میں روزہ کی وجہ سے غیر معمولی مشقت پیش آئی، تو اسے روزہ توڑ دینا جائز ہے، اور اس پر روزہ کی صرف قضا لازم ہے۔

(ملاحظہ ہو: عمدۃ القاری للعینی، ج ۱۱ ص ۴۷، باب إذا صام أیاما من رمضان ثم سافر)

تفصیلی احکام کے لئے ہماری کتاب ''ماہِ رمضان کے فضائل واحکام'' ملاحظہ فرمائیں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ قال الترمذی: وَفِی البَابِ عَنْ كَعْبِ بْنِ عَاصِمٍ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَأَبِی هُرَيْرَةَ :. حَدِيثُ جَابِرٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رُوِیَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ :لَيْسَ مِنَ البِرِّ الصِّيَامُ فِی السَّفَرِ وَاخْتَلَفَ أَهْلُ العِلْمِ فِی الصَّوْمِ فِی السَّفَرِ، فَرَأَى بَعْضُ أَهْلِ العِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ :أَنَّ الفِطْرَ فِی السَّفَرِ أَفْضَلُ، حَتَّى رَأَى بَعْضُهُمْ عَلَيْهِ الإِعَادَةَ إِذَا صَامَ فِی السَّفَرِ، وَاخْتَارَ أَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ الفِطْرَ فِی السَّفَرِ "وقَالَ بَعْضُ أَهْلِ العِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ :إِنْ وَجَدَ قُوَّةً فَصَامَ فَحَسَنٌ، وَهُوَ أَفْضَلُ، وَإِنْ أَفْطَرَ فَحَسَنٌ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِیِّ، وَمَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ المُبَارَكِ "، وقَالَ الشَّافِعِیُّ :وَإِنَّمَا مَعْنَى قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَ البِرِّ الصِّيَامُ فِی السَّفَرِ، وَقَوْلِهِ حِينَ بَلَغَهُ أَنَّ نَاسًا صَامُوا، فَقَالَ :أُولَئِكَ العُصَاةُ، فَوَجْهُ هَذَا إِذَا لَمْ يَحْتَمِلْ قَلْبُهُ قَبُولَ رُخْصَةِ اللَّهِ، فَأَمَّا مَنْ رَأَى الفِطْرَ مُبَاحًا وَصَامَ، وَقَوِیَ عَلَى ذَلِكَ، فَهُوَ أَعْجَبُ إِلَیَّ(تحت رقم الحديث ۷۱۰)

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

اسلامی ملک کی حفاظت وپاسبانی کی فضیلت واہمیت

اسلامی ملک کی دشمنوں سے حفاظت وپاسبانی کرنا عظیم اجروثواب کا باعث اور انتہائی فضیلت والا عمل ہے۔ اور یہ عمل اگرچہ اسلامی ملک کی سرحد پر انجام دیا جاتا ہے، لیکن ضرورت کے وقت ملک کی اندرونی حدود میں بھی انجام دیا جاتا ہے۔ [1]

قرآن مجید میں پاسبانی اور دشمنوں کے لئے تیاری کا حکم

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

(سورہ آل عمران، رقم الآیۃ ۲۰۰)

ترجمہ: اے ایمان والو! صبر کرو اور (دشمنوں سے) مقابلے کے وقت ثابت قدم رہو، اور پاسبانی کرو، اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم کامیابی پاسکو (سورہ آل عمران)

مذکورہ آیت میں ''رابطوا'' سے مراد اسلامی ملک کی پاسبانی اور نگرانی کرنا ہے، احادیث میں بھی کثرت سے یہ لفظ اسی معنیٰ میں استعمال ہوا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔ [2]

اور ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَأَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ

---

[1] الرباط هو :الحراسة بمحل خيف هجوم العدو منه، أو المقام فى الثغور لإعزاز الدين ودفع الشر عن المسلمين (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۵، ص۲۰۷، مادة ''اعتكاف''، الرباط والمرابطة)

هو الإقامة بالثغر تقوية للمسلمين على الكفار، والثغر كل مكان يخيف أهله العدو ويخيفهم، وأصل الرباط من رباط الخيل لأن هؤلاء يربطون خيولهم وهؤلاء يربطون خيولهم كل يعد لصاحبه فسمى المقام بالثغر رباطا وإن لم يكن فيه خيل (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۷، ص۱۶۵، مادة ''حراسة''، الرباط)

[2] (وَرابِطُوا) فَقَالَ جُمْهُورُ الْأُمَّةِ :رابطوا أعدائكم بالخيل، أى ارتبطوها كما يرتبطها أعداء كم، ومنه قوله تعالى ":وَمِنْ رِباطِ الْخَيْلِ" (تفسير القرطبى، سورة آل عمران، تحت رقم الآية ۲۰۰)

وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمُ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ(سورة الانفال، رقم الآية ٦٠)

ترجمہ: اورتم ان (دشمنوں) کے لئے اپنی استطاعت کے مطابق قوت حاصل کرو، اور پلے ہوئے تیار گھوڑے (اسلحہ اور ٹینک وغیرہ) بھی ،جن کے ذریعہ سے تم ڈراؤ اللہ کے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو اوران کے علاوہ دوسروں کو جنہیں تم نہیں جانتے، اللہ ان کو جانتا ہے (سورہ انفال)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ معلوم ونامعلوم دشمنوں سے دفاع اور جہاد کے لئے بھی بھرپور طریقہ سے تیار رہنا چاہئے،اوراس کے لئے جتنی بھی قوت زمانہ کے تقاضوں کے مطابق ممکن ہو،اس کو بروئے کار لانا چاہئے۔

سرحد یا اندرونِ ملک پاسبانی کرنے والے کے لئے خوشخبری

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

طُوْبٰى لِعَبْدٍ آخِذٍ بِعِنَانِ فَرَسِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، أَشْعَثَ رَأْسُهٗ، مُغْبَرَّةٍ قَدَمَاهُ، إِنْ كَانَ فِي الْحِرَاسَةِ، كَانَ فِي الْحِرَاسَةِ، وَإِنْ كَانَ فِي السَّاقَةِ كَانَ فِي السَّاقَةِ، إِنِ اسْتَأْذَنَ لَمْ يُؤْذَنْ لَهٗ، وَإِنْ شَفَعَ لَمْ يُشَفَّعْ (بخاری، رقم الحديث ٢٨٨٧)

ترجمہ: خوشخبری ہے اس بندے کے لئے جو اپنے گھوڑے (یا بندوں وغیرہ) کی لگام اللہ کی راہ میں پکڑے ہوئے ہو، اس کے سر کے بال پراگندہ اور پاؤں گردآلود ہوں اگر وہ پاسبانی (وسرحد کی نگرانی) پر مقرر ہو، تو وہاں پاسبانی کرے، اوراگر پیچھے (یعنی ملک کے اندر پاسبانی کے لئے) مقرر ہو تو وہاں پاسبانی کرے، اوراگر وہ (خود سے کسی جگہ جانے کی) اجازت طلب کرے تو اس کو اجازت نہ ملے (یعنی خود سے اسے اپنی منشاء ومرضی کے مطابق کام کے انتخاب کی اجازت نہ ہو) اوراگر وہ کسی (کے ساتھ رہنے یا اپنے ساتھ کسی کو رکھنے وغیرہ) کی سفارش کرے، تو اس کی سفارش نہ مانی جائے (بخاری)

اس حدیث سے اسلامی ملک کی سرحد پر اوراندرونِ ملک نگرانی وپاسبانی کرنے والے کی فضیلت معلوم ہوئی، جس میں اندرونِ ملک اور آبادیوں میں باغیوں اورفسادیوں سے حفاظت کے لئے حفاظتی فوج وغیرہ کے گشت کرنے والے دستے اور ایمان داری کے ساتھ کام کرنے والے پولیس کے اہلکار بھی داخل ہیں۔ [۱]

---

[۱] (طوبى) أى :حالة طيبة أو شجرة والجنة (لعبد) أى:(آخذ) : بصيغة الفاعل أى :ماسك (بعنان فرسه) :بكسر العين أى :بلجامه (فى سبيل الله) أى :طريق الجهاد (أشعث) : بالنصب على أنه صفة عبد أو حال

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اسلامی ملک کی پاسبانی، صدقۂ جاریہ اور عذابِ قبر سے حفاظت کا ذریعہ

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: رِبَاطُ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ خَيْرٌ مِّنْ صِيَامِ شَهْرٍ وَقِيَامِهٖ، وَإِنْ مَاتَ جَرٰى عَلَيْهِ عَمَلُهُ الَّذِىْ كَانَ يَعْمَلُهٗ، وَأُجْرِىَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ، وَأَمِنَ الْفَتَّانَ (مسلم، رقم الحديث ۱۹۱۳ "۱۶۳")

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایک دن اور رات پاسبانی کا ثواب ایک ماہ کے روزوں اور ایک ماہ (رات) کے قیام (یعنی عبادت) سے افضل ہے اور اگر پاسبانی کرنے والا فوت ہوگیا تو اس کا وہ عمل (یعنی اس کا ثواب) جاری رہے گا جو وہ (زندگی میں) کیا کرتا تھا اور اس کا رزق بھی (قبر میں) جاری کیا جائے گا اور اس کو قبر کے فتنہ (وآزمائش) سے محفوظ رکھا جائے گا (مسلم)

حضرت ابنِ ابی زکریا خزاعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾منه، وقوله (رأسه) مرفوع على الفاعلية الأشعث وهو مغبر الرأس، وفى نسخة برفعه على أنه خبر مبتدأ محذوف، والجملة صفة عبد، وقوله :(مغبرة) : بالنصب وفى نسخة بالرفع، وفى أخرى بالجر على أنها صفة عبد، وقوله :(قدماه) : فاعلها. وقال الطيبى رحمه الله :أشعث ومغبرة حالان من الضمير فى آخذ لاعتماده على الموصوف، ويجوز أن يكونا حالين من العبد ;لأن موصوف (إن كان) أى: ذاک العبد (فى الحراسة) : بكسر الحاء أى :حماية الجيش ومحافظتهم عن أن يتهجم عليهم عدوهم (كان) أى :كاملا (فى الحراسة) : غير مقصر فيها بالنوم والغفلة ونحوهما، والحراسة وإن كانت فى اللغة أعم لكنها فى العرف مختصة بمقدمة العسكر، ولذا قال :(وإن كان فى الساقة) أى :فى مؤخرة الجيش (كان فى الساقة) أى :كاملا فى تلک الحالة أيضا بأن لا يخاف من الانقطاع، ولا يهتم إلى السبق بل يلازم ما هو لأجله، وقد تقرر فى علم المعانى أن الشرط والجزاء إذا اتحدا يراد بالجزاء الكمال، فالمعنى إن كان فى الحراسة أو الساقة يبذل جهده فيها، ولا يغفل عنها على وجه الكمال .قال التوربشتى رحمه الله :أراد بالحراسة حراسته من العدو أن يهجم عليهم، وذلک يكون فى مقدمة الجيش، والساقة مؤخرة الجيش، فالمعنى ائتماره لما أمر، وإقامته حيث أقيم، لا يفقد من مكانه بحال، وإنما ذكر الحراسة والساقة لأنهما أشد مشقة، وأكثر آفة، الأول عند دخولهم دار الحرب، والآخر عند خروجهم .(إن استأذن) أى :طلب الإذن فى دخول محفل، وفى نسخة :إذا استأذن (لم يؤذن له) أى :لعدم ماله وجاهه (وإن شفع) أى :لأحد (لم يشفع) :بتشديد الفاء المفتوحة أى :لم تقبل شفاعته، وتوضيحه ما قيل أن فيه إشارة إلى عدم التفاته إلى الدنيا وأربابها بحيث يفنى بكليته فى نفسه، لا يبتغى مالا ولا جاها عند الناس، بل يكون عند الله وجيها، ولم يقبل الناس شفاعته، وعند الله يكون شفيعا مشفعا (مرقاة المفاتيح، ج۸، ص ۳۲۳۰، كتاب الرقاق)

عَنْ سَلْمَانَ الْخَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَهُ وَهُوَ يُحَدِّثُ شُرَحْبِيلَ بْنَ السِّمْطِ وَهُوَ مُرَابِطٌ عَلَى السَّاحِلِ يَقُولُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ رَابَطَ يَوْمًا أَوْ لَيْلَةً كَانَ لَهُ كَصِيَامِ شَهْرٍ لِلْقَاعِدِ، وَمَنْ مَاتَ مُرَابِطًا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، أَجْرَى اللّٰهُ لَهُ أَجْرَهُ الَّذِي كَانَ يَعْمَلُ: أَجْرَ صَلَاتِهِ وَصِيَامِهِ وَنَفَقَتِهِ، وَوُقِيَ مِنْ فَتَّانِ الْقَبْرِ، وَأَمِنَ مِنَ الْفَزَعِ الْأَكْبَرِ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۳۷۲۷) ؎۱

ترجمہ: انہوں نے حضرت سلمان خیر رضی اللہ عنہ سے شرحبیل بن سبط کے ساحل پر پاسبانی کرتے ہوئے ہونے کی حالت میں سنا، انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص ایک دن یا ایک رات کے لئے اسلامی ملک کی پاسبانی کرتا ہے، تو یہ ایسا ہے، جیسا کہ کوئی بیٹھ کر ایک مہینہ کے روزے رکھے، اور جو شخص اللہ کے راستہ میں پاسبانی کرتے ہوئے فوت ہو جائے، تو اللہ اس کا اجر وثواب جاری رکھتا ہے اور اس کے نیک اعمال مثلاً نماز، روزہ اور (نیک جگہ) خرچ کرنے کا اجر وثواب بھی جاری رکھتا ہے، اور اسے قبر کی آزمائش (وفتنہ) سے محفوظ رکھا جاتا ہے، اور وہ (قیامت کی) بڑی گھبراہٹ سے بھی محفوظ رہے گا (مسند احمد)

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كُلُّ الْمَيِّتِ يُخْتَمُ عَلٰى عَمَلِهِ إِلَّا الْمُرَابِطَ، فَإِنَّهُ يَنْمُو لَهُ عَمَلُهُ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَيُؤَمَّنُ مِنْ فَتَّانِ الْقَبْرِ (سنن ابی داؤد، رقم الحديث ۲۵۰۰)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر شخص کا عمل اس کے مرنے پر ختم کر دیا جاتا ہے مگر اسلامی ملک کی پاسبانی (وچوکیداری) کرنے والے کا عمل قیامت تک برابر بڑھتا رہتا ہے اور وہ قبر کے فتنہ (وعذاب) سے بھی محفوظ رہتا ہے (ابوداؤد)

اس طرح کی حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ ؎۲

؎۱ في حاشية مسند احمد: حديث صحيح.

؎۲ حدثني أبو هَانِءٍ الْخَوْلَانِيُّ أَنَّ عَمْرَو بْنَ مَالِكٍ الْجَنْبِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ فَضَالَةَ بْنَ عُبَيْدٍ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ" :كُلُّ مَيِّتٍ يُخْتَمُ عَلَى عَمَلِهِ إِلَّا الَّذِي مَاتَ مُرَابِطًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ، فَإِنَّهُ يَنْمُو لَهُ عَمَلُهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَيَأْمَنُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ ."قَالَ :وَسَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ" :الْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نفسه لله عز وجل(صحيح ابنِ حبان،رقم الحديث ۲۶۲۴،باسناد صحيح)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَنْ مَاتَ مُرَابِطًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَجْرٰى عَلَيْهِ أَجْرَ عَمَلِهِ الصَّالِحِ الَّذِيْ كَانَ يَعْمَلُ، وَأَجْرٰى عَلَيْهِ رِزْقَهٗ، وَأَمِنَ مِنَ الْفُتَّانِ، وَبَعَثَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ آمِنًا مِنَ الْفَزَعِ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ۲۷۶۷)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اللہ کے راستہ میں پاسبانی (وچوکیداری) کرنے کی حالت میں فوت ہوا، تو وہ جو بھی نیک عمل کرتا تھا، اللہ اس (کے نیک اعمال) کا اجر وثواب جاری فرمادیں گے، اور اللہ اس کا رزق بھی (قبر اور جنت میں) جاری فرمادے گا اور وہ قبر کی آزمائش (وفتنہ) سے مامون ومحفوظ رہے گا اور اللہ قیامت کے دن اسے خوف و گھبراہٹ سے مطمئن اٹھائے گا (ابن ماجہ)

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اَرْبَعٌ تَجْرِيْ عَلَيْهِمْ اُجُوْرُهُمْ بَعْدَ الْمَوْتِ: رَجُلٌ مَاتَ مُرَابِطًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَرَجُلٌ عَلَّمَ عِلْمًا فَاَجْرُهٗ يَجْرِيْ عَلَيْهِ مَا عُمِلَ بِهٖ، وَرَجُلٌ اَجْرٰى صَدَقَةً فَاَجْرُهَا يَجْرِيْ عَلَيْهِ مَاجَرَتْ عَلَيْهِمْ، وَرَجُلٌ تَرَكَ وَلَدًا صَالِحًا يَدْعُوْ لَهٗ (مسند احمد) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ چار طرح کے کام ایسے ہیں، کہ ان پر انسان کو فوت ہونے کے بعد برابر اجر وثواب ملتا رہتا ہے، ایک تو وہ شخص ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں پہرہ دینے کی حالت میں فوت ہوگیا، اور دوسرا شخص وہ ہے کہ جس نے کسی کو علم سکھایا تو اس کا اجر سکھانے والے کو برابر ملتا رہے گا جب تک اس علم پر عمل کیا

---

[1] رقم الحديث ۲۲۳۱۸، واللفظ لهٔ؛ المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ۷۸۳۱؛ اخلاق العلماء للآجرى، ج ۱، ص ۴۳، باب ذكر ما جاء ت به السنن والآثار من فضل العلماء فى الدنيا والآخرة.

فى حاشية مسند احمد: صحيح لغيرهٖ

وقال المنذرى: رواه الإمام أحمد والبزار والطبرانى فى الكبير والأوسط وهو صحيح مفرقا من حديث غير واحد من الصحابة رضى الله عنهم (الترغيب والترهيب، ج ۱ ص ۶۹، الترغيب فى نشر العلم والدلالة على الخير)

وقال الهيثمى: رواه أحمد والطبرانى فى الكبير والأوسط والبزار، وفيه ابن لهيعة ورجل لم يسم (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۷۶۸، باب فيمن سن خيرا أو غيره أو دعا إلى هدى)

جاتا رہے گا،اور تیسرا شخص وہ ہے کہ جس نے کوئی صدقۂ جاریہ کیا تو اس صدقہ کا اجروثواب جب تک وہ جاری رہے گا اس کو برابر ملتا رہے گا،اور چوتھا شخص وہ ہے کہ جس نے نیک صالح اولاد چھوڑی اور وہ اس کے لئے دعا کرتی رہے (مسنداحمد)

اسی قسم کی حدیث حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [۱]

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ اسلامی ملک کی دشمنوں، باغیوں اور دہشت گردوں سے پاسبانی ونگرانی اور چوکیداری کرنے کا عمل اگر اللہ کی رضا کے لئے ہو تو صدقۂ جاریہ میں داخل ہے،اور عذابِ قبر اور قیامت کے دن کی بڑی دہشت سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلامی ملک کی حفاظت ونگرانی کرنے سے ملک دشمنوں کے غلبہ اور تخریب کاری سے محفوظ رہتا ہے،اور ملک کے بے شمار لوگ اَمن وسکون کی حالت میں عبادت اور صدقۂ جاریہ والے اعمال کرتے ہیں،جس میں ملک کی پاسبانی کرنے والے کا حصہ بھی شامل ہوتا ہے۔ [۲]

---

[۱] عن سلمان، قال :سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول :أربع من عمل الأحياء تجرى للأموات، رجل ترک عقبا صالحا يدعو له؛ يبلغه دعاؤهم، ورجل تصدق بصدقة جارية من بعده؛ فله أجر من عمل به من غير أن ينقص من عمله شيئا، ورجل مات مرابطا؛ ينمو له عمله إلى يوم الحساب(مسند الشاميين للطبرانى، رقم الحديث ۳۵۳۱)

قال الالبانى: حسن (الجامع الصغير وزيادته، تحت رقم الحديث ۸۹۰)

[۲] (وعن سلمان الفارسى رضى الله عنه) : بكسر الراء (قال :سمعت رسول الله -صلى الله عليه وسلم - يقول :رباط يوم وليلة خير من صيام شهر وقيامه) ، فيه لف ونشر مرتب .قال السيوطى :الرباط بكسر الراء وبالموحدة الخفيفة ملازمة المكان بين المسلمين والكفار لحراسة المسلمين منهم، وقال بعض الشراح من علمائنا :الرباط المرابطة، وهو أن يربط هؤلاء خيولهم فى ثغرهم وهؤلاء خيولهم فى ثغرهم، ويكون كل منهم معدا لصاحبه مترصدا لمقصده، ثم اتسع فيها، فأطلقت على ربط الخيل والاستعداد بغزو العدو، والحديث يحتمل المعنيين اه .وكأنه أخذ من قوله تعالى :(وأعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدو الله وعدوكم) (الأنفال60 :) الآية .ويدل عليه إطلاق قوله تعالى :(يأأيها الذين آمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا) (آل عمران200 :) الآية .وروى البخارى عن أبى هريرة، عنه -صلى الله عليه وسلم " :-من احتبس فرسا فى سبيل الله ;إيمانا بالله وتصديقا بوعده، فإن شبعه وريه وروثه وبوله فى ميزانه يوم القيامة ."وفى النهاية :الرباط فى الأصل الإقامة على جهاد العدو بالحرب وارتباط الخيل وإعدادها، والمرابطة أن يربط الفريقان خيولهم فى ثغر كل منهما معدا لصاحبه، وسمى المقام فى الثغور رباطا، فيكون الرباط مصدر رابطت ;أى لازمت، وفى المقدمة :الرباط ملازمة الثغر للجهاد، وأصله الحبس ;كأن المرابط حبس نفسه فيه على الطاعة، والثغر ما يلى دار العدو .(وإن مات) : أى المرابط

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پاسبانی کے لئے جاگنے والی آنکھ پر جہنم حرام ہے

حضرت ابوریحانہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ : حُرِّمَتْ عَیْنٌ عَلَی النَّارِ سَھِرَتْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ (سنن النسائی، رقم الحديث ۳۱۱۷،مسند احمد، رقم الحديث ۱۷۲۱۳، مستدرک حاکم، رقم الحديث ۲۴۳۲) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ اس آنکھ پر جہنم کی آگ حرام ہے، جو اللہ کے راستے میں جاگتی ہے (نسائی، مسند احمد، حاکم)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بدلالة الرباط فی ذلک المقام، أو فی تلک الحالة (جری علیه عمله) : أی ثواب عمله (الذی كان يعمله) : أی فی حياته، والمعنی أنه يصل إليه ثواب عمله أبدا .قال النووی :هذه فضيلة مختصة بالمرابط لا يشاركه فيها غيره، وقد جاء مصرحا فی غير مسلم :كل ميت يختم علی عمله إلا المرابط فإنه ينمی له عمله إلی يوم القيامة .(وأجری عليه) : بصيغة المجهول ;أی أوصل إليه (رزقه) ; أی من الجنة قال الطيبی :ومعنی جری عليه عمله كقوله جری عليه القضاء ;أی :يقدر له من العمل بعد الموت، كما جری منه قبل الممات، فجری هنا .بمعنی قدر، ونحوه فی المريض قوله -صلی الله عليه وسلم " :-إن العبد إذا كان علی طريقة حسنة من العبادة، ثم مرض قيل للملک الموكل به اكتب له مثل عمله إذا كان طليقا ."قلت :وكذا ورد فی المسافر والشيخ الكبير .قال :ولما كان قوله -صلی الله عليه وسلم " :-وأجری عليه رزقه "تلميحا إلی قوله تعالی :(يرزقون) أجری مجراه فی البناء للمفعول (وأمن الفتان) . بفتح الفاء وتشديد التاء ;أی عذاب القبر وفتنته، ويؤيده الحديث الآتی فی الفصل الثانی، أو الذی يفتن المقبور بالسؤال فيعذبه، وقيل :أراد الدجال، وقيل :الشيطان فإنه يفتن الناس بخدعه إياهم وبتزيين المعاصی لهم .وفی نسخة بضم الفاء
وقال شارح للمصابيح من علمائنا :ويروی الفتان جمع فاتن ;أی نار محرقة، أو الزبانية الذين يعذبون الكفار .قال النووی :ضبطوه من وجهين .أحدهما :بفتح الهمزة وكسر الميم، والثانی أومن بضم الهمزة وإثبات الواو، والفتان رواية الأكثرين بضم الفاء جمع فاتن، ورواية الطبرانی بالفتح، وفی سنن أبی داود وأمن من فتنة القبر .قال الطيبی :إذا روی بالفتح فالوجه ما قيل :من أن المراد منه الذی يفتن المقبور بالسؤال فيعذبه، وقد قال النبی -صلی الله عليه وسلم " :-فيقيض له أعمی أصم "وإن روی بالضم فالأولی أن يحمل علی أنواع من الفتن بعد الإقبار من ضغطة القبر والسؤال والتعذيب فی القبر، وبعده من أهوال القيامة (مرقاة، كتاب الجهاد)

[1] فی حاشية مسند احمد: مرفوعه حسن لغيره،
قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه .
و قال الذهبی: صحيح.

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : عَيْنَانِ لَا تَمَسُّهُمَا النَّارُ : عَيْنٌ بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ، وَعَيْنٌ بَاتَتْ تَحْرُسُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (سنن الترمذی، رقم الحديث ۱۶۳۹) [۱]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو آنکھیں ایسی ہیں کہ انہیں آگ نہیں چھو سکتی، ایک وہ کہ جو اللہ کے خوف سے روئی اور دوسری وہ کہ جس نے اللہ کی راہ میں پہرہ دیتے ہوئے رات گزاردی (ترمذی)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جو آنکھ اسلامی ملک کی دشمنوں سے حفاظت و پہرہ داری اور پاسبانی کے لئے جاگتی ہے، اُس کو اللہ تعالیٰ جہنّم سے محفوظ رکھیں گے، بشرطیکہ یہ عمل اللہ کی رضا کے لئے کیا جائے۔ [۲]

ایک دن یا رات یا اس سے بھی کم وقت پاسبانی کی فضیلت

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ : رِبَاطُ يَوْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا (بخاری، رقم الحديث ۲۸۹۲)

ترجمہ: اللہ کے راستہ میں ایک دن پاسبانی کرنا (اور پہرہ دینا) دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، اس سے بہتر ہے (بخاری)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کے راستہ میں ایک دن پاسبانی کرنے اور پہرہ دینے کی فضیلت دنیا ومافیہا سے افضل ہے، اور اسلامی ملک کی پاسبانی کرنا بھی اللہ کے راستہ میں پہرہ دینے میں داخل ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: رِبَاطُ يَوْمٍ خَيْرٌ مِّنْ صِيَامِ شَهْرٍ

---

[۱] قال الترمذی: "وَفِي الْبَاب عَنْ عُثْمَانَ، وَأَبِي رَيْحَانَةَ .وَحَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ شُعَيْبِ بْنِ رُزَيْقٍ

[۲] (عينان لا تصيبهما النار عين بكت فى جوف الليل من خشية الله وعين باتت تحرس فى سبيل الله) أى فى الثغر أو الجيش أو نحوهما قيل :بكاء العين من خشية الله يطفء بحورا من النيران فإن خشيته تحرق قلبه فتذيب شحم فؤاده فتجرى دموعه فتطفء نار معصيته وسوى بين العين الباكية والحارسة لاستوائهما فى سهر الليل لله والباكية بكت فى جوف الليل خوفا لله والحارسة سهرت خوفا على دين الله(فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۵۶۴۹)

Idara Ghufran

وَقِيَامِهِ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۶۵۳، باسناد صحيح)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ (اللہ کی راہ میں) ایک دن پاسبانی کرنا (اور پہرہ دینا) پورے مہینہ کے روزہ اور (راتوں کو) قیام کرنے سے بہتر ہے (مسند احمد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک دن کی پاسبانی ایک مہینہ کے روزے اور رات بھر کی عبادت سے بہتر ہے۔

حضرت مکحول رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ شُرَحْبِيْلَ بْنِ السِّمْطِ أَنَّهُ مَرَّ عَلَيْهِ سَلْمَانُ وَهُوَ مُرَابِطٌ، فَقَالَ : مَا تَصْنَعُ هَا هُنَا يَا شُرَحْبِيْلُ؟ فَقَالَ شُرَحْبِيْلُ : أُرَابِطُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، قَالَ سَلْمَانُ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ رِبَاطُ يَوْمٍ أَوْ لَيْلَةٍ خَيْرٌ مِّنْ صِيَامِ شَهْرٍ وَقِيَامِهِ (ابن حبان، رقم الحديث ۴۶۲۳، باسناد صحيح)

ترجمہ: حضرت شرحبیل بن سبط سرحد کا پہرہ دے رہے (یعنی پاسبانی کررہے) تھے، تو ان کے پاس سے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ گزرے، تو انہوں نے فرمایا کہ اے شرحبیل! آپ یہاں کیا کررہے ہو، تو حضرت شرحبیل نے کہا کہ میں اللہ کے راستہ میں پہرہ دے رہا (اور پاسبانی کررہا) ہوں، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ایک دن یا ایک رات کی پاسبانی، ایک مہینہ کے روزوں اور ایک مہینہ کے (رات کے) قیام وعبادت سے بہتر ہے (ابن حبان)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِلَيْلَةٍ أَفْضَلَ مِنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ؟ حَارِسٌ حَرَسَ فِيْ أَرْضِ خَوْفٍ، لَعَلَّهُ أَنْ لَا يَرْجِعَ إِلٰى أَهْلِهِ (مسند الرويانی، رقم الحديث ۱۴۰۹، المستدرک للحاكم، رقم الحديث ۲۴۲۴) [۱]

---

[۱] قال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ وَقَدْ أَوْقَفَهُ وَكِيعُ بْنُ الْجَرَّاحِ، عَنْ ثَوْرٍ وَفِي يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قُدْوَةٌ.

و قال الذهبی: علی شرط البخاری :

و قال الالبانی: أخرجه الرويانی فی "مسنده "(ق 2/247) : أخبرنا محمد بن بشار أخبرنا يحيىبن سعيد القطان أخبرنا ثور بن يزيد عن عبد الرحمن بن عائذ عن مجاهد عن ابن عمر عن النبی صلى الله عليه وسلم - وربما لم يرفعه -قال :فذكره .قلت: وهذا إسناد صحيح، رجاله ثقات رجال البخاری غير عبد الرحمن بن عائذ، وهو ثقة كما فی "التقريب (السلسة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۲۸۱۱)

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایسی رات کے بارے میں نہ بتاؤں جو کہ لیلۃ القدر سے بھی افضل ہے؟ وہ پہرہ دینے (اور پاسبانی کرنے) والا جو (دشمن) کے خوف والی زمین میں پہرہ دے (اور پاسبانی کرے) شاید کہ وہ اپنے گھر والوں کی طرف نہ لوٹ سکے (مسند رویانی، حاکم)

مطلب یہ ہے کہ جو شخص اسلامی ملک کے ایسے حصہ وخطہ میں ایک رات پاسبانی ونگرانی کرے، کہ جہاں ہر وقت دشمن کی طرف سے جان کو خطرہ لاحق ہو، ایسی ایک رات کا پہرہ و پاسبانی، لیلۃ القدر کی عبادت سے بھی زیادہ فضیلت کا سبب ہے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : رِبَاطُ يَوْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ يَوْمٍ فِيْمَا سِوَاهُ مِنَ الْمَنَازِلِ (سنن النسائی، رقم الحدیث ۳۱۶۹، ترمذی، رقم الحدیث ۱۶۶۷)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ ایک دن اللہ کے راستہ میں نگرانی (وچوکیداری اور پاسبانی) کرنا اس کے علاوہ کے ہزار دنوں (کی عبادت) کے درجات سے افضل ہے (نسائی)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : حَرَسُ لَيْلَةٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى أَفْضَلُ مِّنْ أَلْفِ لَيْلَةٍ يُقَامُ لَيْلُهَا ، وَيُصَامُ نَهَارُهَا (مسند احمد، رقم الحدیث ۴۳۳، مستدرک للحاکم، رقم الحدیث ۲۴۲۶) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ایک رات پہرہ دینا، ایسی ہزار راتوں سے بہتر ہے کہ جن کی راتوں میں عبادت کی جائے، اور دن میں روزہ رکھا جائے (مسند احمد)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بعض اوقات ایک رات کی پاسبانی وچوکیداری، ہزار مہینوں کے روزے

---

[1] فی حاشیۃ مسند احمد: حسن
و قال الحاکم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ "
وقال الذهبی: صحیح.

رکھنے اور رات بھر عبادت کرنے سے افضل ہو جاتی ہے۔

اور حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ أَنَّهٗ کَانَ فِی الرِّبَاطِ، فَفَزِعُوْا إِلَی السَّاحِلِ، ثُمَّ قِیْلَ : لَا بَأْسَ، فَانْصَرَفَ النَّاسُ وَأَبُوْهُرَیْرَةَ وَاقِفٌ، فَمَرَّ بِهٖ إِنْسَانٌ فَقَالَ : مَا یُوْقِفُکَ یَا أَبَا هُرَیْرَةَ، فَقَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ : مَوْقِفُ سَاعَةٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ خَیْرٌ مِّنْ قِیَامِ لَیْلَةِ الْقَدْرِ عِنْدَ الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ (صحیح ابنِ حبان، رقم الحدیث ۴۶۰۳) [۱]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سرحد کی نگرانی (و چوکیداری اور پاسبانی) کر رہے تھے، تو لوگ گھبرا کر ساحل کی طرف گئے، پھر کہا گیا کہ کچھ نہیں ہے، تو لوگ واپس لوٹ کر آ گئے، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اسی جگہ ٹھہرے رہے، آپ کے قریب سے ایک انسان گزرا، اور اس نے کہا کہ اے ابو ہریرہ! آپ یہاں کیوں ٹھہرے ہوئے ہیں، تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ کے راستہ میں ایک ساعت (یعنی ایک گھڑی) ٹھہرنا حجرِ اسود کے قریب لیلۃ القدر میں قیام کرنے سے افضل ہے (ابنِ حبان)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعض اوقات ایک ساعت اور ایک گھڑی کی پاسبانی حجرِ اسود کے قریب لیلۃ القدر کی عبادت سے بھی بڑھ جاتی ہے۔

مختلف احادیث میں جو اسلامی ملک میں یا اس کی سرحد پر ایک دن یا ایک رات نگرانی و پاسبانی کرنے کی فضیلتوں میں باہم فرق آیا ہے، یہ فرق مختلف حالات پر مبنی ہے، مثلاً یہ کہ شدید ضرورت یا دشمن کی طرف سے حملہ کے وقت یا مشکل جگہ میں ایک دن یا ایک رات بلکہ اس سے بھی کم وقت کے لئے نگرانی و پاسبانی

---

[۱] فی حاشیة ابنِ حبان: إسناده صحیح.

قال الالبانی: قلت : وهذا إسناد صحیح رجاله كلهم ثقات معروفون، نعم قد قیل: إن مجاهد لم یسمع من أبی هریرة، هكذا حكاه فی "التهذیب" بصیغة التمریض " : قیل "وهذا هو الصواب، فقد وجدت تصریح مجاهد بسماعه من أبی هریرة فی "سنن البیهقی 7) " 270 /) بسند صحیح عنه .وأخرجه البخاری فی " التاریخ الكبیر 4) "/ 2 /408 3507 /) فی ترجمة یونس بن غیاث عن أبی هریرة هكذا ذكره بدون إسناد، ثم قال: ورواه أصبغ عن ابن وهب قال : أخبرنی سعید بن أبی أیوب عن محمد بن عبد الرحمنعن یونس بن یحیی "(سلسلة الاحادیث الصحیحة، تحت رقم الحدیث ۱۰۶۸)

کرنے کی فضیلت عام حالات میں یا آسان جگہ میں ایک دن یا ایک رات نگرانی و پاسبانی کرنے سے افضل ہے، اور بعض اوقات اخلاص کے کم اور زیادہ ہونے کی وجہ سے بھی ثواب میں کمی زیادتی کا فرق پڑ جاتا ہے۔ [۱]

اسلامی ملک وسرحد کی پاسبانی افضل جہاد ہے

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فتنہ کے دور سے متعلق یہ ارشاد مروی ہے کہ:

فَعَلَيْكُمْ بِالْجِهَادِ، وَإِنَّ أَفْضَلَ جهادِكُمُ الرِّبَاطُ، وَإِنَّ أَفْضَلَ رباطِكُمْ عَسْقَلَانُ

(المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ١١١٣٨) [۲]

ترجمہ: پس تم پر جہاد لازم ہے، اور تمہارا افضل جہاد (اسلامی ملک) کی پاسبانی ہے، اور تمہاری افضل سرحد عسقلان ہے (طبرانی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسلامی ملک کی پاسبانی افضل جہاد ہے، اور عسقلان شام میں واقع ہے، جس کی سرحد کی پاسبانی کے افضل ہونے کی وجہ اس مقام کی مخصوص اہمیت کا ہونا ہے۔

حضرت خالد بن معدان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ وَجُبَيْرَ بْنَ نُفَيْرٍ يَقُولَانِ: يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ أَفْضَلُ الْجِهَادِ اَلرِّبَاطُ، فَقُلْتُ: وَمَا ذٰلِكَ؟ قَالَ: إِذَا انْطَاطَ الْغَزْوُ وَكَثُرَتِ الْغَرَائِمُ وَاسْتُحِلَّتِ الْغَنَائِمُ فَأَفْضَلُ الْجِهَادُ يَوْمَئِذٍ اَلرِّبَاطُ (مصنف ابنِ ابی شيبة، رقم الحديث ١٩٨٠٧)

ترجمہ: میں نے حضرت ابو امامہ اور حضرت جبیر بن نفیر رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ جس میں افضل جہاد سرحدوں کی نگرانی و پاسبانی کرنا

---

[۱] قال ابن بزيزة ولا تعارض بينهما لأنه يحمل على الإعلام بالزيادة فى الثواب عن الأول أو باختلاف العاملين قلت أو باختلاف العمل بالنسبة إلى الكثرة والقلة ولا يعارضان حديث الباب أيضا لأن صيام شهر وقيامه خير من الدنيا وما عليها (فتح البارى، ج٦، ص٨٦، قوله باب فضل رباط يوم فى سبيل الله)

(رباط يوم) أى ثواب رباط يوم (وليلة خير من صيام شهر وقيامه) لا يعارضه رواية خير من ألف يوم فيما سواه من المنازل لاحتمال إعلامه بالزيادة أو لاختلاف العاملين أو العمل أو الإخلاص أو الزمن (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ٤٣٩٥)

[۲] قال الهيثمى: رواه الطبرانى ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٨٩٦٤، باب كيف بدأت الإمامة وما تصير إليه والخلافة والملك)

ہوگا، میں نے عرض کیا کہ یہ کب ہوگا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ جب غزوہ اور جہاد کا سفر دور دراز ہوجائے گا، اور خیانتوں کی کثرت ہوجائے گی، اور غنیمت کے مالوں کو حلال سمجھ لیا جائے گا، تو اس وقت میں افضل جہاد سرحدوں کی نگرانی (وچوکیداری اور پاسبانی) کرنا ہوگا (ابنِ ابی شیبہ)

معلوم ہوا کہ اسلامی ملک کی حفاظت و پاسبانی افضل جہاد ہے، بالخصوص جب فتنوں کا دور دورہ ہو، اور جہاد کا سفر لمبا ہوجائے، جس کو طے کرنا مشکل ہو، اُس وقت ملک کی دشمنوں، باغیوں اور دہشت گردوں سے حفاظت و پاسبانی کرنا افضل جہاد میں داخل ہوگا، اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

اور یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ اسلامی ملک کی دشمنوں، باغیوں اور دہشت گردوں سے حفاظت و پاسبانی کرنا کوئی دنیاوی پیشہ نہیں، بلکہ انتہائی نیکی اور عظیم عبادت والا کام ہے، جس سے ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والا امیر وغریب عام مسلمان بھی مستفید ہوسکتا ہے، لہٰذا اس سہل اور عظیم فضیلت والی عبادت میں ہر مسلمان کو اپنی قدرت وحیثیت کے مطابق بطورِ خود شرکت کرنی چاہئے، اور اس معاملہ میں سب کو سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح متحد ومتفق اور ایک جان ہونا چاہئے، اور کسی قسم کی سودے بازی نہیں کرنی چاہئے۔

البتہ اگر کچھ لوگوں کو حکومت کی طرف سے اس خدمت کے لئے مامور ومقرر کیا جائے، اور اُن کو اس خدمت پر وظیفہ اور معاوضہ بھی دیا جائے، لیکن وہ خدمت گار کارندے اس کام کو جذبہ، لگن اور امانت ودیانت کے ساتھ عبادت سمجھ کر انجام دیں، تو بھی وہ اجر وثواب سے محروم نہیں ہوں گے، جس میں فوج، پولیس، ملک کے دفاعی اداروں اور اس طرح کے دوسرے محکموں سے تعلق رکھنے والے سب افراد داخل ہیں۔

اسلامی ملک کا ہر باشندہ اور بطورِ خاص ہر کارندہ ملک کی دشمنوں، باغیوں اور دہشت گردوں سے حفاظت وپاسبانی کی خدمت عبادت اور اخلاص کے جذبہ کے تحت کرے گا، تو امید ہے کہ مسلمانوں کے ممالک نہ صرف دشمنوں، باغیوں اور دہشت گردوں کے حملوں سے محفوظ ہوجائیں گے، بلکہ مثالی امن وسکون بھی قائم ہوجائے گا۔

لیکن اگر اس کے برعکس اس اہم خدمت بلکہ ذمہ داری سے جان چرائیں گے، اور اس سے بڑھ کر اس میں خیانت کے مرتکب ہوں گے، اور مال وجاہ وغیرہ کے مفادات کی خاطر خود اپنے ملکوں کی غیروں، باغیوں اور فسادیوں کے ہاتھوں سودے بازی کریں گے، تو پھر اس کے خمیازہ اور نتائجِ بد سے دنیا وآخرت میں وبال اٹھائیں گے۔

مقالات ومضامین مفتی محمد رضوان

اہم انتباہ

بندہ محمد رضوان کے ترتیب دیئے اور تالیف وتصنیف کیے ہوئے مختلف موضوعات پر کئی رسائل وکتب کی اشاعت ہوچکی ہے، جن کے متعلق چند اہم امور پر متنبہ ومتوجہ کیا جاتا ہے:

(۱)...... فی الحال بندہ کی طرف سے ادارہ غفران، راولپنڈی کے علاوہ ملک وبیرون ملک کسی اور ادارہ یا فرد کو بندہ کی کسی تالیف کی اشاعت کی باضابطہ اجازت نہیں ہے، لہٰذا بندہ کے نام سے کسی دوسری جگہ سے تالیف شدہ کسی کتاب یا رسالہ یا اس کے متعلقہ مضامین کی بندہ کی طرف نسبت سے احتیاط کی جائے۔

(۲)...... بندہ کی بعض کتب ورسائل کی ایک سے زیادہ مرتبہ اشاعت ہوچکی ہے، اور تقریباً ہر اشاعت کے موقع پر نظرِ ثانی، اصلاح واضافہ کا کام ہوا ہے، لہٰذا اگر بعض نسخوں میں کسی مسئلہ یا پہلو میں اختلاف وتضاد محسوس ہو، تو آخری اشاعت میں درج تحقیق کو بندہ کی آخری تحقیق سمجھا جائے، اِلّا یہ کہ بندہ کی بعد کی کسی اور تالیف میں اس مسئلہ کی اصلاح کی گئی ہو، اور اس کا پتہ کتاب یا مضمون میں کی گئی وضاحت یا پھر اس کے آخر میں موجود آخری مرتبہ کی تاریخ سے چلایا جاسکتا ہے، جس کا حتی الامکان بندہ اہتمام کرتا رہا ہے۔

اور اصلاح واضافہ، یا سابق قول سے رجوع کرنا کوئی نئی چیز نہیں ہے، بلکہ ہر دور میں اہلِ علم حضرات کی طرف سے اس پر عمل ہوتا رہا ہے۔

(۳)...... بندہ کی کسی تالیف میں اگر کوئی ایسی غلطی محسوس ہو کہ جو کتابت کی غلطی سے سرزد ہوگئی ہو، تو اس کو بندہ کا موقف سمجھنے کے بجائے کتابت کی غلطی پر محمول کرنا چاہئے، اور ممکن وسہل ہو، تو بندہ کو بھی مطلع کردیا جائے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء

فقط

محمد رضوان

مورخہ: ۸/ صفر المظفر/ ۱۴۳۴ھ 22/ دسمبر/ 2012ء بروز ہفتہ

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

مقالات ومضامین (جنت اوراس کی بہاریں: قسط۹) مفتی محمد امجد حسین

جنت کے قرآنی مناظر

جس دن سچوں کوان کی سچائی کام آئے گی

قَالَ اللَّهُ هَذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (سورة المائدة، رقم الآية ۱۱۹)

ترجمہ: خدا فرمائے گا کہ آج وہ دن ہے کہ راست بازوں کوان کی سچّائی ہی فائدہ دے گی، ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں ابدالآباد ان میں بستے رہیں گے، خدا ان سے خوش ہے اور وہ خدا سے خوش ہیں، یہ بڑی کامیابی ہے (سورہ مائدہ)

یہ سورۂ مائدہ کے آخری رکوع کی آیت ہے، اس رکوع میں قیامت کے دن اللہ کی عدالت میں اک بہت بڑے مقدمے کی کارروائی کا حال مذکور ہے۔

یہ مقدمہ تثلیث کا مقدمہ ہے، تثلیث عیسائی علم العقائد کا بنیادی نکتہ ہے، جس کے گرداُن کے عقائد کا نظام گھومتا ہے، یہ عقیدہ تحریف شدہ اور منسوخ شدہ عیسائیت کی ریڑھ کی ہڈی ہے، تثلیث توحید کی ضد ہے، توحید ایک کو ماننے اور ایک کی ماننے سے عبارت ہے، تو تثلیث ایک کے تین بنانے کی فن کاری ہے، عیسیٰ علیہ السلام تو توحید کا پرچار کرنے آئے تھے، اور تمام انبیاء علیہ السلام توحید ہی کے پرچارک تھے۔

عیسائیوں نے یہ کتنا بڑا ستم ڈھایا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے ایک عرصہ بعد انہوں نے عیسی علیہ السلام کی لائی ہوئی توحید کی صاف ستھری تعلیمات کو شرک سے آلودہ کردیا، وہ دن ہے اور آج کا دن ہے، عیسائی عقیدے کی اس گمراہی سے، شرک کی اس دلدل سے نہ نکل سکے، قرآن مجید میں ان کی اس گمراہی کی جابجا نشاندہی کر کے ان کو تلقین کی گئی ہے کہ اللہ پر اتنا بڑا جھوٹ نہ باندھو، وہ ایک خدا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، تثلیث کے شرک سے باز بھی آجاؤ۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ إِنَّمَا الْمَسِيحُ

عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ انْتَهُوا خَيْرًا لَكُمْ إِنَّمَا اللَّهُ إِلَهٌ وَاحِدٌ سُبْحَانَهُ أَنْ يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا (سورة النساء، رقم الآية ١٧١)

ترجمہ: اے اہل کتاب اپنے دین (کی بات) میں حد سے نہ بڑھو اور خدا کے بارے میں حق کے سوا کچھ نہ کہو، مسیح (یعنی) مریم کے بیٹے عیسیٰ (نہ خدا تھے نہ خدا کے بیٹے بلکہ) خدا کے رسول اور اس کا کلمہ (بشارت) تھے جو اس نے مریم کی طرف بھیجا تھا اور اس کی طرف سے ایک روح تھے تو خدا اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ، اور (یہ) نہ کہو (کہ خدا) تین (ہیں، اس اعتقاد سے)، باز آؤ کہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ خدا ہی معبود واحد ہے اور اس سے پاک ہے کہ اس کی اولاد ہو، جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے اور خدا ہی کارساز کافی ہے (سورہ نساء)

دوسری جگہ اس تثلیث اور ابنیت کے باطل نظریے کی وجہ سے قرآن نے تثلیث کے پجاری اور ابنیتِ مسیح کے علمبردار عیسائیوں کو کافر قرار دیا ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ .لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا إِلَهٌ وَاحِدٌ وَإِنْ لَمْ يَنْتَهُوا عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (سورة المائده، رقم الآيات ٧٢ و ٧٣)

ترجمہ: وہ لوگ یقیناً کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ مریم کے بیٹے (عیسیٰ) مسیح خدا ہیں، حالانکہ مسیح (یہود سے) یہ کہا کرتے تھے کہ اے بنی اسرائیل خدا کی عبادت کرو جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی (اور جان رکھو کہ) جو شخص خدا کے ساتھ شرک کریگا خدا اس پر بہشت کو حرام کردے گا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے، اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں، وہ لوگ (بھی) کافر ہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ خدا تین میں کا تیسرا ہے، حالانکہ اس معبود یکتا کے سوا کوئی

عبادت کے لائق نہیں، اگر یہ لوگ ایسے اقوال (وعقائد) سے باز نہیں آئیں گے تو ان میں جو کافر ہوئے ہیں وہ تکلیف دینے والا عذاب پائیں گے (سورہ مائدہ)

تو سورہ مائدہ کے اس آخری رکوع میں قیامت کے دن عقیدہ تثلیث پر اللہ کی کچہری اور عدالت لگنے اور اس میں عیسیٰ علیہ السلام کی پیشی اور ان سے پوچھ گچھ ہونے اور استغاثہ کے بیانات ہونے کا حال مذکور ہے (یہ رکوع ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ مطالعہ کر لینا چاہیے، ایمان تازہ ہوتا ہے)

آیت کے قابلِ ذکر نکات

صادقین: سے مراد انبیاء اور ان کے متبعین اہل ایمان ہیں، جو ہر امت میں سے پوری نوع انسانیت میں سے ہیں۔ **اللھم اجعلنا منھم** (اے اللہ! ہمیں انہی کے زمرے میں شامل رکھ)

صدقھم: ان کی سچائی، ان کی راست بازی، اس میں عقائد، اعمال، اقوال سب شامل ہیں، جو عقائد و نظریات (جن کو ایمانیات بھی کہتے ہیں، کیونکہ ان میں سے کل یا بعض کے انکار سے یا ان میں شک کرنے سے آدمی کفر میں چلا جاتا ہے) انبیاء علیہم السلام کے ذریعے اللہ نے امتوں کو عطا فرمائے، مثلاً توحید، رسالت، قیامت، تقدیر، حشر نشر، جزا سزا، جنت، جہنم، پلِ صراط، فرشتوں پر ایمان، یہ سب سچے ہیں، یعنی حقیقت پر مبنی ہیں، لیکن بڑا حصہ ان میں سے پردۂ غیب میں ہے، ایک دن یہ سب کچھ کھلی آنکھوں ظاہر ہو کر رہے گا، روزِ روشن کی طرح عیاں و آشکارا ہو جائے گا، انبیاء علیہم السلام پر اعتماد کر کے ان غیبیات کی، ایمانیات کی صداقت وحقانیت کو دل وجاں سے تسلیم کر لینا چاہیے۔

ان میں سے کسی جزء کا انکار کرنا محض اس بناء پر کہ ان میں سے بہت کچھ پردۂ غیب کے پیچھے ہے، اور دنیا کی حسی و مادی اشیاء کی طرح بھی محسوس و مبصر نہیں ہو رہا، یہ حقیقت کا انکار کرنا ہے، اور ایسا ہے جیسے چمگادڑ سورج سے اندھا بن جاتا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ اندھیرا ہے، حالانکہ نفس الامر میں، حقیقت واقع میں سورج کا عظیم الشان کرہ آفاق پر چمک رہا ہوتا ہے، اور کائنات کو اپنے نور کی ضیا پاشیوں سے جگمگا رہا ہوتا ہے، تو چمگادڑ کے اندھے پن کی وجہ سے سورج کے موجود ہونے اور فیض پھیلانے میں کیا خلل آسکتا ہے، سوائے اس کے کہ خود چمگادڑ ہی اس کے فیض سے محروم رہے، کبوتر بلی کو سامنے دیکھ کر آنکھیں بند کر لے تو بلی کا وجود باطل نہیں ہو جاتا، بلکہ آنکھیں بند کرنے کے اگلے لمحے کبوتر بلی کے پنجۂ خونیں میں تڑپ یا پھڑک رہا ہوتا ہے۔

تو جو انبیاء علیہم السلام کے تعلیم فرمائے ہوئے ان عقائد و مغیبات پر ایمان رکھتا ہے، ان کو دل و جاں سے تسلیم کرتا ہے، وہ اپنے عقیدے اور نظریے میں سچا ہے، عقیدے کی یہ سچائی اسے اُس بڑے دن میں نفع دے گی، جب میزان عمل رکھی جائے گی، اور اللہ کی عدالت لگے گی، اس طرح انبیاء کے لائے ہوئے، شریعت کے تعلیم فرمائے ہوئے اعمال کا حال ہے کہ وہ سچائی اور راست بازی کا مظہر ہیں، خواہ یہ اعمال از قبیل عبادات، مثل نماز، روزہ، حج، زکاۃ، جہاد، ذکر و تلاوت وغیرہ کے ہوں، یا از قبیل معاملات، معاشرت، لین دین، رہن سہن کے ہوں، یا از قبیل اخلاقیات کے ہوں، زندگی کے تمام متعلقہ شعبوں میں ان اعمال کا اختیار کرنے والا سچائی اور راست بازی کو اختیار کرنے والا ہے، اور یہی حال زبان کے اقوال کا بھی ہے، کہ زبان کے اقوال بھی حق باطل، خیر و شر، میں منقسم ہیں، سچ اچھا ہے، جھوٹ برا ہے، ذکر، تلاوت، خیر خواہی کی بات، تعلیم و تعلم کی بات اچھی ہے، غیبت، چغلی، بہتان طرازی، تمسخر، فضول گوئی، بری ہے، تو جو زبان کے اقوال میں بھی ان اقوال کو اختیار کرتا ہے، جن پر نبوت کی مہر لگی ہے، جو اللہ کے ہاں راست بازی میں شامل ہیں، تو زبان کی یہ راست بازی اسے کام آئے گی، مسلمانوں کے پاس، عقائد، اعمال اور اقوال تینوں دائروں میں خیر و شر، سچ اور جھوٹ، گناہ اور ثواب، جائز و ناجائز، اللہ و رسول کی پسند و ناپسند کا پیمانہ اور معیار قرآن و سنت کی تعلیمات کی صورت میں موجود ہے، تو کیا ہم مسلمان ان تینوں دائروں میں سچائی کو جانچ سمجھ کر اختیار کریں گے، تاکہ قیامت میں خدا کی عدالت میں جس کارروائی کا حال اس آیت میں مذکور ہے، ان لوگوں میں شامل ہوں، جن کو ان کی سچائی کام آنے کی بشارت سنائی جائے، نجات کی سند دی جائے؟ فھل من مدکر؟

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ. وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ وَنُودُوا أَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ. وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابَ النَّارِ أَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا قَالُوا نَعَمْ فَأَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ أَنْ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ. الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا وَهُمْ

بِالْآخِرَةِ كَافِرُونَ (سورة الاعراف، رقم الآيات ۴۲ تا ۴۵)

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائیں اور عمل نیک کرتے رہیں اور ہم (شرعی احکام لاگو کرنے میں) کسی آدمی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے، ایسے ہی لوگ اہل بہشت ہیں کہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اور جو کینے ان کی دلوں میں ہونگے ہم سب نکال ڈالیں گے۔ انکے محلوں کے نیچے نہریں بہہ رہی ہونگی، اور کہیں گے خدا کا شکر ہے جس نے ہمیں یہاں کا راستہ دکھایا، اور اگر خدا ہمیں یہ راستہ نہ دکھاتا تو ہم راستہ نہ پاسکتے، بیشک ہمارے خدا کے رسول حق بات لیکر آئے تھے، اور اس روز منادی کردی جائے گی کے تم ان اعمال کے صلے میں جو دنیا میں کرتے تھے اس بہشت کے وارث بنادئے گئے ہو، اور اہل بہشت دوزخیوں سے پکار کر کہیں گے کہ جو وعدہ ہمارے پروردگار نے ہم سے کیا تھا اس کو ہم نے سچا پالیا، بھلا جو وعدہ تمہارے پروردگار نے تم سے کیا تھا تم نے بھی اسے سچ پایا؟ وہ کہیں گے ہاں تو اس وقت ایک پکارنے والا پکار دے گا کہ بے انصافوں (حق پر نہ چلنے والوں) پر خدا کی لعنت، جو خدا کی راہ سے روکتے اور اس میں کجی (عیب وخامی) ڈھونڈتے اور آخرت سے انکار کرتے تھے

(سورہ اعراف)

لا نکلف نفسا الا وسعها

یعنی ہم کسی جان پر اس کی طاقت ووسعت سے زیادہ (احکام کی بجاآوری کا) بوجھ نہیں ڈالتے۔

یہ قرآن مجید کا، اللہ کے بھیجے ہوئے دین وشریعت کا ایک اہم اصول اور قانون ہے کہ مکلفین پر، شریعت کے مخاطبین پر بقدرِ وسعت اور طاقت ہی احکام کا بار ڈالا جاتا ہے، ابتداء میں بھی بقاء میں بھی۔

ابتدآء میں تو اسطرح کے شریعت نے جتنے بھی احکام رکھے ہیں ان میں سے پہلے ہی یسر وسہولت اور انسانی فطرت وجبلت کی رعایت رکھی گئی ہے، مثلاً نمازیں دن رات میں پانچ ہیں، پچاس نہیں، ان میں بھی رات کے آرام اور دن کے معاشی سرگرمیوں کی رعایت ملحوظ ہے، عشاء کی نماز کے بعد فجر کی نماز تک آرام کے لئے طویل وقفہ ہے، فجر کی نماز کے بعد ظہر کی نماز تک معاشی مشاغل کے لئے طویل وقفہ ہے، روزے سال بھر میں صرف ایک ماہ کے رکھے ہیں، اور ان کا مدار چاند کی تقویم پر ہے، تاکہ ہر خطّے اور منطقے میں رہنے والوں کو ہر موسم (ربیع، خریف، بہار، خزاں) میں روزے میسر آئیں، ورنہ یہ ہوتا کہ کسی علاقہ میں

ہمیشہ گرمی کے روزے ہوتے، کسی میں ہمیشہ سردی کے، اس طرح حج، زکاۃ، مخصوص مالی نصاب اور مخصوص استطاعت حاصل ہونے پر فرض ہوتے ہیں، ویسے نہیں، اسی طرح احکام لاگو ہونے کے باوجود غفلت و جہالت سے لاپرواہی سے ان میں کوتاہی ہوتی رہی، بعد میں احساس ہوا، تو مرنے سے پہلے پہلے توبہ کا دروازہ کھلا ہے، اپنی مخصوص شرائط کے ساتھ توبہ کرنے پر سب کچا چھٹا معاف، یہ ابتدائی طور پر احکام میں یسر و آسانی کا ایک نمونہ تھا۔

بقاء میں یسر و آسانی سے مراد یہ ہے کہ مثلاً وضوء فرض ہے، اس طرح مخصوص صورتوں میں غسل بھی فرض ہوتا ہے، لیکن پانی تک رسائی، یا پانی کے استعمال سے عذر ہے، تو حکم میں تخفیف ہو کر وضوو غسل کے متبادل تیمّم رکھ دیا گیا، کسی عضو کے دھونے سے عذر و مرض ہے، تو مسح رکھ دیا گیا، کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے عذر ہے تو بیٹھ کر اور بیٹھنے سے بھی عذر ہے تو لیٹے لیٹے اشارہ سے نماز پڑھنے کو کافی قرار دیا گیا، سفر میں نماز میں تخفیف کر دی جاتی ہے، جان پر بن آئے تو جان بچانے کی حد تک بقدرِ ضرورت حرام کھانے کی گنجائش دی گئی، اکراہ اور جبر کی حالت میں احکام میں سہولت آ جاتی ہے، وغیرہ وغیرہ۔

یہ شریعت کی دینِ فطرت کی عطا کردہ آسانیوں کا محض ایک نمونہ ہے، جو زندگی کے ہر مرحلہ میں مکلفین کو، مخاطبینِ شرع کو ملتی رہتی ہیں۔

ان آسانیوں کے باوجود کمی کوتاہیاں ہونے پر توبہ و اصلاح کا دروازہ ہر آن کھلا رہتا ہے، سورہ بقرہ کی آخری آیت میں پیارے رب نے خود دعا سکھلائی ہے کہ ہم سے آسانیاں مانگا کرو، خطا و نسیان پہ درگزر کرنے کی ہم سے درخواست کرو۔

(جاری ہے......)

Idara Ghufran

مقالات ومضامین

مولانا محمد ناصر

گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ تَحِیَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَکَةً طَیِّبَةً (سورة النور، رقم الآیة ۶۱)

ترجمہ: پس جب تم گھروں میں داخل ہونے لگو تو اپنے لوگوں کو سلام کیا کرو کہ یہ ملاقات کی وہ بابرکت، پاکیزہ دعا ہے، جو اللہ کی طرف سے آئی ہے (سورہ نور)

مذکورہ آیت میں اپنے لوگوں کو سلام کرنے سے مراد مسلمان ہیں، کیونکہ غیر مسلموں کو سلام کرنا کئی احادیث کی رو سے منع ہے۔

اور حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِذَا دَخَلْتُمْ بَيْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰى أَهْلِهٖ، وَإِذَا خَرَجْتُمْ فَأَوْدِعُوْا أَهْلَهُ السَّلَامَ (مصنف عبدالرزاق) [1]

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب تم کسی گھر میں داخل ہو، تو اُس کے رہنے والوں کو سلام کرو، پھر جب تم نکلو تو اُس کے رہنے والوں کو سلام کر کے الوداع کرو (عبدالرزاق، بیہقی)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ:

اَلْإِسْلَامُ أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا، وَتُقِيْمَ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ، وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ، وَتَحُجَّ الْبَيْتَ، وَالْأَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ، وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَتَسْلِيْمَكَ عَلٰى أَهْلِكَ، فَمَنِ انْتَقَصَ شَيْئًا مِنْهُنَّ فَهُوَ سَهْمٌ فِي الْإِسْلَامِ يَدَعُهٗ، وَمَنْ تَرَكَهُنَّ كُلَّهُنَّ فَقَدْ وَلَّى الْإِسْلَامَ ظَهْرَهٗ (شعب الایمان، رقم الحدیث ۸۴۵۸، واللفظ لهٗ؛ مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۵۳)

---

[1] رقم الحدیث ۱۹۴۵۰، بیهقی فی شعب الایمان، رقم الحدیث ۸۴۵۹.
رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ مُرْسَلًا وَقَدْ مَرَّ أَنَّ الْمُرْسَلَ حُجَّةٌ عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ (مرقاۃ، کتاب الآداب، باب السلام)

Idara Ghufran

ترجمہ: اسلام یہ ہے کہ آپ اللہ کی عبادت کرو، اور اس کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ بناؤ، اور نماز قائم کرو، اور زکاۃ ادا کرو، اور رمضان کے روزے رکھو، اور بیت (اللہ) کا حج کرو، اور اچھی بات کا حکم کرو، اور بُری بات سے روکو، اور اپنے گھر والوں کو سلام کرو، سو جس شخص نے ان چیزوں میں سے کسی چیز کو کم کیا، تو (کیونکہ) یہ اسلام کا ایک حصہ تھا، جو اس نے چھوڑ دیا (اس لیے اس نے اپنے اسلام کا ایک حصہ کم کر دیا) اور جس نے ان تمام چیزوں کو چھوڑ دیا، تو اس نے اسلام کی طرف اپنی پُشت پھیر لی (یعنی اس نے اسلام کی تمام چیزوں کو چھوڑ دیا) (بیہقی، حاکم)

مذکورہ حدیث میں اپنے گھر والوں کو سلام کرنا اسلام کا ایک حصہ قرار دیا گیا ہے۔

مذکورہ احادیث میں گھر والوں کو سلام کرنے کا حکم دیا گیا ہے، جبکہ بعض احادیث میں گھر والوں کو سلام کرنے کے مخصوص فوائد اور فضائل بھی بیان ہوئے ہیں۔

چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ لِیُ رَسُوُلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیُہِ وَسَلَّمَ: یَا بُنَیَّ إِذَا دَخَلُتَ عَلٰی أَھُلِکَ فَسَلِّمُ یَکُوُنُ بَرَکَۃً عَلَیُکَ وَعَلٰی أَھُلِ بَیُتِکَ (ترمذی، رقم الحدیث ۲۶۹۸، واللفظ لہٗ؛ المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۵۹۹۱) [1]

ترجمہ: مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے میرے پیارے بیٹے! جب آپ اپنے والوں کے پاس جاؤ، تو سلام کیا کرو، یہ (سلام کرنا) آپ کے لیے اور آپ کے گھر والوں کے لیے برکت کا ذریعہ ہوگا (ترمذی، طبرانی)

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ گھر والوں کو سلام کرنا گھر کی خیر وبرکت میں اضافہ کا ذریعہ ہے۔

اور حضرت ابواُمامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

ثَلَاثَۃٌ کُلُّھُمُ ضَامِنٌ عَلَی اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ: رَجُلٌ خَرَجَ غَازِیًا فِیُ سَبِیُلِ اللّٰہِ، فَھُوَ

---

[1] قال الترمذی: ھٰذَا حَدِیثٌ حَسَنٌ غَرِیبٌ.
عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ یَا أَنَسُ، أَحْسِنِ الْوُضُوءَ یَزِدْ فِی عُمُرِکَ، وَسَلِّمْ عَلَی مَنْ لَقِیتَ مِنْ أُمَّتِي تَکْثُرْ حَسَنَاتُکَ، وَإِذَا دَخَلْتَ مَنْزِلَکَ فَسَلِّمْ یَکْثُرْ خَیرُ بَیْتِکَ، وَارْحَمِ الصَّغِیرَ، وَوَقِّرِ الْکَبِیرَ (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۲۸۰۸، شعب الایمان، رقم الحدیث ۸۳۸۶، مسند البزار، رقم الحدیث ۷۳۹۶)

ضَامِنٌ عَلَى اللّٰهِ حَتّٰى يَتَوَفَّاهُ فَيُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، أَوْ يَرُدَّهُ بِمَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ وَغَنِيمَةٍ، وَرَجُلٌ رَاحَ إِلَى الْمَسْجِدِ، فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَى اللّٰهِ حَتّٰى يَتَوَفَّاهُ فَيُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، أَوْ يَرُدَّهُ بِمَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ وَغَنِيمَةٍ، وَرَجُلٌ دَخَلَ بَيْتَهُ بِسَلَامٍ فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (ابوداؤد) [1]

ترجمہ: تین (آدمی ایسے ہیں کہ اُن) میں سے ہر ایک کی ضمانت (وحفاظت) اللہ عزوجل کے ذمہ ہے، ایک وہ آدمی جو اللہ کے راستے میں غزوے (یعنی جنگ) کے لیے نکلا، تو اُس کی ضمانت (وحفاظت) اللہ کے ذمہ ہے، یہاں تک کہ اللہ اُسے وفات دے دیں، تو اللہ اُسے جنت میں داخل کریں گے، یا اللہ اُسے ثواب اور (مالِ) غنیمت کے ساتھ لوٹا دیں گے؛ اور ایک وہ آدمی جو مسجد کی طرف چلے، تو اُس کی ضمانت (وحفاظت بھی) اللہ کے ذمہ ہے، یہاں تک کہ اللہ اُسے وفات دے دیں، تو اللہ اُسے جنت میں داخل کریں گے، یا اللہ اُسے ثواب اور اجر کے ساتھ لوٹا دیں گے؛ اور ایک وہ آدمی جو اپنے گھر میں سلام کرتے ہوئے داخل ہو، تو اُس کی ضمانت (وحفاظت بھی) اللہ عزوجل کے ذمہ ہے (ابوداؤد، بیہقی، طبرانی)

اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

إِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتَكُمْ فَسَلِّمُوا عَلٰى أَهْلِهَا، وَإِذَا طَعِمْتُمْ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ، وَإِذَا سَلَّمَ أَحَدُكُمْ حِينَ يَدْخُلُ بَيْتَهُ وَذَكَرَ اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى طَعَامِهٖ يَقُولُ الشَّيْطَانُ لِأَصْحَابِهٖ : لَا مَبِيتَ لَكُمْ وَلَا عَشَاءَ وَإِذَا لَمْ يُسَلِّمْ أَحَدُكُمْ وَلَمْ يُسَمِّ يَقُولُ الشَّيْطَانُ لِأَصْحَابِهٖ : أَدْرَكْتُمُ الْمَبِيتَ وَالْعَشَاءَ (مستدرک حاکم، رقم الحديث ۳۵۱۵، واللفظ لهٗ؛ مكارم الاخلاق للخطرائطی، رقم الحديث ۷۹۶) [2]

---

[1] رقم الحديث ۴۹۴ ۲؛ السنن الكبرىٰ للبيهقی، رقم الحديث ۱۸۵۳۸؛ المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۷۴۹۱، ورقم الحديث ۷۴۹۳؛ عمل اليوم والليلة لابن السنی، رقم الحديث ۱۶۰)

قال الهيثمی: رواه الطبرانی، وفيه كلثوم بن زياد، وبكر بن سهل الدمياطی، وكلاهما وثق، وفيه ضعف، وبقية رجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۸۴۱۶)

[2] قال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبُ الْإِسْنَادِ وَالْمَتْنِ فِي هَذَا الْبَابِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الْمَخْزُومِيُّ أَخْشَى أَنَّهُ ابْنُ زَبَالَةَ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ

وقال الذهبی: غريب.

ترجمہ: جب تم اپنے گھروں میں داخل ہو، تو گھر والوں کو سلام کرو، اور جب تم کھانے لگو تو اللہ کا نام لو، اور جب تم میں سے کوئی اپنے گھر میں داخل ہونے کے وقت سلام کر لیتا ہے، اور اپنے کھانے کے وقت اللہ کا نام لے لیتا ہے، تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ تمہارے لیے (یہاں) نہ رات گزارنے کی جگہ ہے، اور نہ کھانے کے لیے کچھ ہے، اور جب تم میں سے کوئی (اپنے گھر میں داخل ہونے کے وقت) نہ سلام کرتا ہے، اور نہ (اپنے کھانے کے وقت) اللہ کا نام لیتا ہے تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ تم نے (یہاں) رات گزارنے کی جگہ اور کھانے کے لیے کچھ حاصل کر لیا ہے (حاکم)

اور بعض روایات سے خالی گھر میں داخل ہوتے وقت بھی سلام کرنے کی تعلیم حاصل ہوتی ہے۔

چنانچہ حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ؛ فِی الرَّجُلِ یَدْخُلُ فِی الْبَیْتِ، أَوْ فِی الْمَسْجِدِ لَیْسَ فِیْهِ أَحَدٌ، قَالَ: یَقُوْلُ: اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ (مصنف ابنِ ابی شیبة) [1]

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے اُس شخص کے بارے میں معلوم کیا گیا جو کسی ایسے گھر یا مسجد میں داخل ہو جس میں کوئی نہ ہو (یعنی خالی ہو) تو وہ کیا کہے، تو حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ ''اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ'' کہے (ابن ابی شیبہ)

اور حضرت مجاہد اور حضرت قتادہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ:

إِذَا دَخَلْتَ بَیْتًا لَیْسَ فِیْهِ أَحَدٌ فَقُلِ : اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ، فَإِنَّ الْمَلَائِکَةَ تَرُدُّ عَلَیْکَ (مصنف عبدالرزاق، رقم الحدیث ۱۹۴۵۱)

ترجمہ: جب آپ کسی ایسے گھر میں داخل ہوں جس میں کوئی نہ ہو (یعنی خالی ہو) تو آپ یہ کہیں ''اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ'' اس لیے کہ (ایسی صورت میں) فرشتے آپ کو جواب دیں گے (عبدالرزاق)

---

[1] رقم الحدیث ۲۶۳۵۳، فِی الرّجلِ یدخل البیت لیس فِیهِ أحدٌ؛ الادب المفرد، رقم الحدیث ۱۰۵۵، باب اذا دخل بیتا غیر مسکون.
حسن الاسناد (حاشیة الادب المفرد)

مقالات ومضامین

مفتی منظور احمد

تجارت انبیاء وصلحاء کا پیشہ (سولھویں وآخری قسط)

حسن بن الحرالنخعی کوفی جو بعد میں دمشق چلے گئے تھے، مشہور محدث ہیں ابوالطفیل عامر بن واثلہ، امام شعبی، قاسم بن مخیمرہ وغیرہ اجلہ محدثین کے شاگرد ہیں، علامہ بن معین وغیرہ نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے، بہت زیادہ عبادت گذار بھی تھے، اور ساتھ ساتھ تجارت بھی کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے بہت مال ودولت دیا تھا، لوگوں پر بڑی سخاوت کرتے تھے، اور اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے مال سے لوگوں کی مدد کیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ کوفہ میں کوئی فتنہ پیدا ہوا تو حسن بن حر نے بہت زیادہ مقدار میں کھانا تیار کیا اور تمام اہل کوفہ کی دعوت کی، اس موقع پر لوگوں نے ایک تفصیلی تحریر تیار کی جس میں لوگوں کو اس فتنے میں شامل ہونے سے روکا گیا، لیکن حسن بن حر نے تین جملے کہے جن کی وجہ سے اس پوری تحریر کو پڑھنے کی ضرورت نہ پڑتی تھی وہ یہ تھے: اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے جس نے اپنی زبان کو قابو میں رکھا، ہاتھوں کو بچایا، اور اپنے دل کی بیماری کا علاج کیا، ان کے ان تین جملوں سے لوگ فتنے میں شامل ہونے سے بچ گئے۔

زہیر بن معاویہ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے حسن بن حر سے ایک ہزار درہم قرض لیے جو بعد میں ان کو واپس کرنے کے لیے بھیجے تو انہوں نے لینے سے انکار کر دیا اور کہا میں نے تمہیں قرض اس لیے نہیں دیا تھا کہ تم سے واپس بھی لوں، ان سے زہیر کے لیے شیرینی لے لینا۔

حسین جعفی فرماتے ہیں کہ حسن بن حر اپنے دروازے پر بیٹھ جاتے، جب کوئی نمک یا اس طرح کی معمولی اور چھوٹی موٹی چیزیں بیچنے والا آتا جس کا مال دو تین درہم سے زیادہ کا نہ ہوتو اسے بلاتے اور کہتے اگر تجھے کوئی پانچ درہم دے تو اسے کھالے گا، وہ کہتا نہیں، اسے پانچ درہم دیتے اور کہتے کہ اس سے مال خرید لو، پھر پانچ درہم اور دیتے اور کہتے اس سے گھر کے لیے آٹا اور کھجوریں خرید لینا، پھر پانچ درہم اور دیتے اور کہتے اس سے روئی خرید کر گھر والوں کو دو اور ان سے کہو اسے کاتیں تاکہ اس سے بھی تمہیں آمدنی ہو۔ اس طرح اپنی تجارت سے کمائے ہوئے مال سے ایسے ضرورت مند کی تمام ضروریات کا انتظام کر دیتے تھے۔

امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس حسن بن حر اور عبدہ بن ابی لبابہ جیسا کوئی آدمی عراق سے نہیں آیا، حسن بن حر اور عبدہ بن ابی لبابہ دونوں کاروبار میں شریک تھے۔

ابن ابی غنیۃ، محرز کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ حسن بن حر نے عمر بن عبدالعزیز کو خط لکھا کہ میں پہلے خود ہی اپنی زکاۃ اپنے بھائیوں میں تقسیم کرتا تھا (کیونکہ حکمران اس میں احتیاط نہیں کرتے) اب آپ خلیفہ بنے ہیں (اور آپ عدل اور انصاف اور احکام شرعیہ کا خیال کھنے والے ہیں) اس لیے آپ سے اس کی اجازت چاہتا ہوں کہ زکاۃ کو بھائیوں میں تقسیم کروں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جواب میں لکھا اپنے مال کی زکاۃ ہمارے پاس بھیجو اور اپنے بھائیوں کے نام بھی لکھ کر دے دو، ہم ان کی ضروریات کا انتظام کریں گے (تاریخ الاسلام للذہبی، ج۸ ص ۳۹۸)

حضرت ایوب سختیانی رحمہ اللہ بہت بڑے عالم، زاہد، فقیہ اور محدث ہیں، اکابر تابعین جن مین ابو قلابہ، حسن بصری، سعید بن جبیر، مجاہد اور علامہ ابن سیرین کے شاگرد ہیں، اور بڑے بڑے اہل علم وفضل کے استاذ ہیں۔ شعبہ ان کے شاگرد ہیں وہ فرماتے ہیں کہ وہ فقہاء کے سرخیل تھے، ان کا پیشہ بھی تجارت تھا ان کے دوسرے شاگرد حضرت حماد بن زید فرماتے ہیں کہ وہ چمڑے کا کاروبار اور تجارت کرتے تھے۔ اس کا پس منظر انہوں نے یہ بیان کیا ہے کہ ان کے استاد حضرت ابو قلابہ نے انہیں خصوصیت سے تین باتوں کی بڑی تاکید کی تھی ایک یہ کہ حکمرانوں کے دروازوں پر نہ جانا، دوسری یہ کہ اہل اہواء اور بدعتیوں سے بچ کر رہنا، اور تیسری یہ کہ بازار اور کاروبار کو ہرگز نہ چھوڑنا کیونکہ مالداری میں عافیت ہے کہ انسان اپنے دین کے کام بے فکری سے کر سکتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے یہ نصیحت فرمائی کہ بازار کو نہ چھوڑنا کیونکہ اس میں لوگوں سے انسان مستغنی رہتا ہے ان کا محتاج نہیں ہوتا اور اس میں دین کی بھی بہتری ہے (جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبد البر: ۲ ص ۳۸۷)

ان کو ان کے استاد ابو قلابہ نے یہ بھی نصیحت فرمائی کہ گھٹیا چیز نہ خریدا کرو، چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے ردی اور گھٹیا قسم کی کھجور خریدی تو انہوں نے فرمایا کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالی نے ہر ردی چیز سے اس کی برکت کو ختم کر دیا ہوتا ہے (سیر اعلام النبلاء للذہبی، ج۴ ص ۴۲۷)

عبدالعزیز بن احمد بن نصر حلوائی، جو شمس الأئمہ حلوائی کے لقب سے مشہور ہیں، حنفیہ کے بہت بڑے فقیہ تھے جو اپنے زمانے کے علماء کے امام شمار ہوتے تھے جس کی وجہ سے ان کو شمس الأئمہ کا لقب دیا گیا، فقہ اور علم سے اس طرح وابستہ تھے کہ فقہ میں اپنے مسلک کے مقتدا بن گئے۔ ان کا پیشہ بھی تجارت تھا چنانچہ اسی پیشے کی وجہ سے انہیں حلوائی کہا جاتا ہے، حلوائی، حلواء سے ہے جس کا معنی ہوتا ہے، مٹھائی، یہ چونکہ مٹھائی کا کاروبار کیا کرتے تھے، مٹھائی بناتے بھی تھے اور اسے فروخت بھی کیا کرتے تھے، جس کی وجہ سے وہ

حلوائی کے لقب سے مشہور تھے (الأعلام للزرکلی، ج۴ ص ۱۳)

ابو صالح، ذکوان بن عبد اللہ السمان، تابعین میں سے ہیں اور بہت بڑے محدث ہیں، صحابہ کرام کے شاگردوں میں سے ہیں، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما سے انہوں نے کسب فیض کیا اور ان سے احادیث روایت کی ہیں۔ ان کا پیشہ بھی تجارت تھا۔ ان کو السمان اور الزیات کہا جاتا ہے کیونکہ سمان سمن سے ہے اور جس کا معنی ہوتا ہے گھی، اسی طرح زیات زیت سے ہے جس کا معنی ہے تیل، تو یہ گھی اور تیل کا کاروبار کرتے تھے، اسے فروخت کر کے گذر اوقات کیا کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے ان کو السمان اور الزیات کہا جاتا ہے (اللباب فی تھذیب الانساب، ج۲ ص ۱۳۵، باب السین والمیم)

مالک بن دینار ثقہ تابعین میں سے ہیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ کے شاگرد ہیں، بہت بڑے محدث، فقیہ اور صوفی تھے، اتنے بڑے عالم ہونے کے باوجود طبیعت میں انتہائی تواضع پائی جاتی تھی۔ اور تصوف میں یہ حال تھا کہ کسی کی تعریف اور برائی کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔ ان کا پیشہ بھی تجارت تھا وہ اپنے ہاتھ سے قرآن کریم لکھا کرتے، چار ماہ میں ایک قرآن مجید لکھ لیا کرتے تھے اور اس کی کمائی سے اپنی ضروریات پوری کرتے تھے۔ وہ خود فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک مرتبہ جابر زید رضی اللہ عنہ آئے فرمانے لگے مالک تمہارا بس یہی کام ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو نقل کر کے اپنا خرچہ پورا کرتے ہو؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا تو وہ فرمانے لگے خدا کی قسم یہ حلال کمائی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ بڑے قناعت پسند تھے، وہ خود فرماتے ہیں کہ میں سال میں صرف ایک مرتبہ گوشت کھاتا ہوں اور وہ میرے قربانی کا گوشت ہوتا ہے۔ شعبہ فرماتے ہیں کہ مالک بن دینار کا پورے سال کا سالن دو پیسوں کا نمک ہوتا تھا، دو پیسوں کا نمک خرید کر اس کو روٹی کے ساتھ سالن کے طور پر استعمال کیا کرتے تھے (سیر اعلام النبلاء للذھبی، ج۵ ص ۳۶۲)

ان کے اس طرز عمل سے معلوم ہوا کہ تجارت اور اپنے ہاتھ سے کمائی میں عالم وفاضل ہونے کے باوجود کوئی حرج نہیں۔ دوسرا یہ معلوم ہوا کہ انسان کو دنیا کی کمائی اور مال دولت میں بہت زیادہ انہماک نہیں ہونا چاہیے بلکہ اسے بقدرِ ضرورت ہی استعمال کرنا چاہیے، اور قناعت پسندی سے کام لینا چاہیے۔

یہ چند انبیاء علیہم الصلوات والتسلیم، فخر موجودات، سید المرسلین ﷺ، ان کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین، تابعین، تبع تابعین، علماء اور فقہاء، اہل علم وفضل کی تجارت کا مختصر تذکرہ کیا گیا ہے، اس موضوع پر مزید کام کیا جائے تو بہت سا مواد موجود ہے، لیکن ہمارے خیال مین نمونے کے طور پر اتنا بھی کافی ہے جس سے ہم اپنی تجارت، کاروبار اور معیشت میں کامیابی کے لیے سبق لے سکتے ہیں۔ ختم شد

بسلسلہ: تاریخی معلومات مولانا طارق محمود

ماہِ صفر: چھٹی نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

☐......ماہِ صفر ۵۰۳ھ: میں حضرت ابوبکر احمد بن مظفر بن حسین بن عبداللہ بن سوسن تمار رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۹ ص ۲۴۲)

☐......ماہِ صفر ۵۰۵ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن احمد بن محمد بن ابونصر بلدی نسفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۹ ص ۳۰۸)

☐......ماہِ صفر ۵۰۶ھ: میں حضرت ابوالقاسم اسماعیل بن حسن بن علی بن حمدون خراسانی سنجبستی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج ۱۹ ص ۲۴۴)

☐......ماہِ صفر ۵۰۷ھ: میں حضرت ابونصر مؤتمن بن احمد بن علی بن حسین بن عبیداللہ ربعی دیر عاقولی بغدادی ساجی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۹ ص ۳۱۱، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۴۵۳)

☐......ماہِ صفر ۵۰۹ھ: میں حضرت ابوالفرج غیث بن علی بن عبدالسلام ارمنازی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۹ ص ۳۸۹)

☐......ماہِ صفر ۵۱۰ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن ابوالمظفر منصور بن محمد بن عبدالجبار تمیمی سمعانی خراسانی مروزی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج ۱۹ ص ۳۷۳، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۴۶۰)

☐......ماہِ صفر ۵۱۲ھ: میں حضرت ابوطالب حسین بن محمد بن علی بن حسن زینبی حنفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۹ ص ۳۵۴)

☐......ماہِ صفر ۵۱۳ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن طرخان بن بلتکین بن مبارز بن بجکم نحوی ترکی بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۹ ص ۴۲۳)

☐......ماہِ صفر ۵۱۶ھ: میں ابوطالب علی بن احمد بن علی سمیر کی وفات ہوئی۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۹ ص ۴۳۳)

☐......ماہِ صفر ۵۱۷ھ: میں حضرت ابوالحسن محمد بن مرزوق بن عبدالرزاق بن محمد بغدادی زعفرانی جلاب شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج ۱۹ ص ۴۷۲)

Idara Ghufran

☐......ماہِ صفر ۵۱۸ھ: میں حضرت ابوالقاسم فضل بن محمد بن احمد بن ابومنصور ابیوردی عطار رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج ۱۹ ص ۵۱۴)

☐......ماہِ صفر ۵۲۲ھ: میں حضرت ابومحمد عبداللہ بن احمد بن سعید بن سلیمان بن یربوع شنترینی اشبیلی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۹ ص ۵۷۹، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۴۶۱، تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۴۷)

☐......ماہِ صفر ۵۲۷ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن احمد بن یحییٰ عثمانی مقدسی شافعی اشعری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۲۰ ص ۴۵)

☐......ماہِ صفر ۵۲۹ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن احمد بن خلف بن ابراہیم بن لب تجیبی قرطبی مالکی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۹ ص ۶۱۴)

☐......ماہِ صفر ۵۳۲ھ: میں حضرت ابوالفرج سعید بن ابوالرجاء محمد بن ابومنصور بکر بن ابوالفتح بن بکر بن حجاج اصبہانی صیرفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج ۱۹ ص ۶۲۳)

☐......ماہِ صفر ۵۳۳ھ: میں حضرت ابومحمد ہبۃ اللہ بن سہل بن عمر بن شیخ ابوعمر محمد بن حسین بن ابی الہیثم بسطامی نیشاپوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۲۰ ص ۱۵)

☐......ماہِ صفر ۵۳۴ھ: میں حضرت ابوالفضل محمد بن اسماعیل بن فضیل بن محمد بن فضیل انصاری فضیلی ہروی مزکی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج ۲۰ ص ۶۵)

☐......ماہِ صفر ۵۳۵ھ: میں حضرت ابوالحسن محمد بن احمد بن محمد بن عبدالجبار بن توبہ اسدی عکبری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج ۲۰ ص ۳۴)

☐......ماہِ صفر ۵۳۶ھ: میں حضرت ابوالقاسم عبدالوہاب بن شیخ ابوالفرج عبدالواحد بن محمد بن علی انصاری شیرازی دمشقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۲۰ ص ۱۰۴)

☐......ماہِ صفر ۵۴۲ھ: میں حضرت ابوبکر احمد بن علی بن عبدالواحد دلال بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۲۰ ص ۱۶۳)

☐......ماہِ صفر ۵۴۳ھ: میں حضرت مہذب الدین علی بن ابی الوفاء سعد بن علی بن عبدالواحد موصلی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج ۲۰ ص ۲۳۵)

علم کے مینار

مفتی محمد امجد حسین

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

تاریخِ اسلام کی باکمال خواتین

اسلام کی درخشاں تاریخ کی تشکیل میں خواتین کا حصہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جامع الکمالات نبی تھے، تو آپ کی امت، امتِ مسلمہ ''خیرالامم'' کے قرآنی خطاب سے مشرف جامع الکمالات امت ہے، امتِ مسلمہ کی چودہ سوسالہ تاریخ، تاریخِ انسانی کا درخشاں باب اور عہدِ زریں ہے، عروج کے دور کو تو چھوڑ، خود زوال وانحطاط کے گزشتہ طویل دورانئے میں بھی جس کا تسلسل تاہنوز جاری ہے۔ ؎ اس ذرخیز وآفاقی امت میں زمین کے مشارق ومغارب میں اربابِ عزیمت اور اصحابِ کمال بدستور پیدا ہوتے رہے ہیں، اور امتِ محمدیہ کی درخشاں تاریخ میں سنہرے ابواب کا اضافہ کرتے رہے ہیں۔

سلام اس پر کہ جس کے نام لیوا ہر زمانے میں   بڑھا دیتے ہیں ٹکڑا سرفروشی کے فسانے میں

امت کی اس درخشاں تاریخ کی صورت گری میں مَردوں کے شانہ بشانہ خواتینِ اسلام کا بھی قابلِ قدر وقابلِ ذکر حصہ ہے، مزے کی بات یہ ہے کہ خواتینِ اسلام کی خدمات وکمالات کے یہ مظاہر علوم وفنون (شعر وادب، تفسیر وحدیث، فقہ وقرائت وغیرہ) کے مختلف صیغوں میں تو ہیں ہی، ساتھ ساتھ عزیمت وقربانی، جہد وجہاد، معارک ومبارزات کے میدان ننگ وناموس اور ہنگامہ ہائے گیر ودار میں بھی اپنے انمٹ اثرات ونقوش کے ساتھ اوراق قرطاس اور صفحات دہر پر منقوش ومرقوم ہیں، ذیل میں علمی شعبوں میں قرونِ اولیٰ کی خواتینِ اسلام کی خدمات کے چیدہ چیدہ، قابلِ ذکر نمونے پیشِ خدمت ہیں۔

طبقۂ صحابیات میں فقیہات، محدثات اور مفتیہ خواتین

حافظ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کے شاگرد اور تاریخِ اسلام کی عبقری شخصیت حافظ ابنِ قیم رحمہ اللہ نے ''اعلام

؎ ان شاءاللہ تعالیٰ انحطاط کا یہ تسلسل اب زیادہ دیر جاری نہیں رہے گا، بقول اقبال مرحوم:

عطا مومن کو پھر درگاہِ حق سے ہونے والا ہے   شکوہ ترکمانی، ذہن ہندی، نطق اعرابی

Idara Ghufran

الموقعین'' میں طبقہ صحابہ میں وہ حضرات وخواتین جو مسند فقہ وافتاء پر فائز ہوئے، اور امت کی پیشوائی اور رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا، اور قرآن وسنت کی روشنی میں ان کے اجتہاد واستنباط اور فتاویٰ کو تاریخی استناد حاصل ہوا اور ان کے آثار واقوال اور فتاویٰ سینوں اور سفینوں میں محفوظ ہوئے اور کتب وصحائف میں مدون ومرتب ہو کر آئندہ نسلوں تک پہنچے، ان کی تعداد ایک سوتیس سے زائد بتلائی ہے، اور ان صحابہ کو عمر اور زمانے اور علم وفضل کے لحاظ سے تین طبقوں میں تقسیم کیا ہے، طبقہ مکثرین، طبقہ وسطیٰ اور طبقہ سفلیٰ۔

طبقہ مکثرین

طبقہ مکثرین میں وہ صحابہ آتے ہیں، جن کا علم، جن کے فتاویٰ واجتہادات اس کثرت ووسعت سے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کے اقوال و(قرآن وحدیث کی) تشریحات اور فتاویٰ ایک ضخیم کتاب میں سما سکتے ہیں، اس طبقہ مکثرین میں صحابہ کے شانہ بشانہ صحابیات میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نامِ نامی آتا ہے، جن سے خود جلیل القدر صحابہ نے فیض پایا ہے، اور ان کے علم سے خوشہ چینی کی ہے، دین کا کافی کچھ حصہ صرف ان کے ذریعہ امت تک پہنچا ہے۔ [۱]

فتاویٰ وتشریحی اقوال کے علاوہ خود ان سے مروی احادیث وروایات کی تعداد سینکڑوں میں ہے۔

طبقہ وسطیٰ

طبقہ وسطیٰ میں فقیہ ومحدث صحابہ کے قدم بقدم صحابیات میں ام المومنین حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کا اسمِ گرامی آتا ہے۔ [۲]

---

[۱] ام المومنین حضرت عائشہ بنتِ ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا (۵۷ھ یا ۵۸ھ میں وفات ہوئی) فقیہۃ الامت کے لقب سے ملقب ہیں، درجِ ذیل علوم کی حامل وماہر اور سربرآوردہ تھیں، فقہ، حدیث، فرائض (میراث) احکام، حلال وحرام، اخبار واشعار، طب وحکمت۔ ازواجِ مطہرات سب ہی اللہ کے نبی کے ارشادات واحادیث کو یاد رکھتیں اور روایت کرتی تھیں، مگر اس باب میں حضرت عائشہ اور حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہما سب سے آگے تھیں، حضرت عائشہ، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں فتویٰ دیا کرتی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد جلیل القدر صحابہ اور حضرت عمر وحضرت عثمان ان کی خدمت میں آدمی بھیج کر ان سے احادیث وسنن کے متعلق سوالات پوچھتے تھے۔

[۲] حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کا نام ہند ہے، پہلے ابوسلمہ کے نکاح میں تھیں، جن سے ان کی ایک بیٹی زینب اور ایک بیٹے عمر تھے، ۲ھ میں شوہر کی وفات کے بعد اللہ کے رسول کے نکاح میں آئیں، ان کے بیٹے عمر کی پرورش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی، حدیث وفقہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بعد ان کا مرتبہ ہے، ان کے آزاد کردہ غلام شیبہ بن نصاح اہلِ مدینہ میں قرائت کے امام تھے، حضرت نافع مولیٰ ابنِ عمر (جو مشہور ائمہ قرائت میں سے ہیں، سبعۃ عشرہ میں سے) تجوید قرائت میں حضرت امِ سلمہ کے شاگرد ہیں، ان کی آزاد کردہ باندی خیرہ خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ کی والدہ ہیں، خواجہ حسن بصری تصوف کے سلسلہ چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ کا سنگم اور جنکشن ہیں، جن کی ذات میں یہ سلاسل تصوف جمع ہو کر اوپر جاتے ہیں۔

اس طبقے کے صحابہ وصحابیات میں سے ہر ایک کے فتاویٰ وآثار ایک ضخیم نہیں تو ایک مختصر کتاب میں سما سکتے ہیں۔

طبقہ سفلیٰ

اس طبقہ کے ہر صحابی وصحابیہ سے اتنا علم امت کو پہنچا ہے، جو ایک جزو میں، ایک چھوٹے کتابچہ میں سما سکتا ہے، اس طبقہ میں درجِ ذیل خواتین صحابیات کے نام آتے ہیں:

ام المومنین حضرت صفیہ، ۱ ام المومنین حضرت حفصہ ۲ ام المومنین حضرت امِ حبیبہ ۳

---

۱ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا: نام ان کا زرقانی کی روایت کے مطابق زینب تھا (اور بھی اقوال ان کے نام کے بارے میں ہیں) صفیہ ان کا نام اس وجہ سے مشہور ہو گیا تھا کہ صفیہ کا مطلب ہے "انتخاب کی ہوئی، چناؤ کی ہوئی"، مالِ غنیمت میں سے خمس کے طور پر جو نبی کا مخصوص حصہ شریعت میں مقرر ہے

(و اعلموا انما غنمتم من شیء فان للہ خمسہ وللرسول، الانفال)

اس حیثیت سے غزوۂ خیبر کے غنائم سے یہ اللہ کے رسول ﷺ کو ملیں تھیں، ان کے والد حیی بن اخطب یہود کے قبیلہ بنونظیر کے سردار تھے، جن کا نسب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام سے جا ملتا ہے، اور والدہ (جن کا نام ضرہ تھا) یہود کے دوسرے بڑے قبیلے بنوقریظہ کے سردار کی بیٹی تھی (زرقانی، سیر اعلام النبلاء)

ترمذی کے ابواب المناقب، مسند احمد اور مستدرک حاکم کی روایت میں ایک واقعہ کے ضمن میں ان کو حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ:

"انک لابنۃ نبی و ان عمک لنبی و انت تحت نبی، ففیم تفخر علیک"

مطلب: تم ایک نبی کی بیٹی ہو (حضرت ہارون علیہ السلام) اور تیرا چچا بھی نبی ہے (حضرت موسیٰ علیہ السلام) اور تم ایک نبی کی بیوی ہو (حضور پُر نور علیہ الصلاۃ والسلام) وہ کس بات میں تم سے فخر کر سکتی ہیں (مراد دوسری ایک زوجۂ مطہرہ) شرعی احکام ومسائل کی رہنمائی میں امت کو آپ سے خیر کثیر حاصل ہوا۔ وفات رمضان ۵۰ھ میں ہوئی، بقیع میں آسودہ خواب ہیں (زرقانی وسیرت حلبیہ)

۲ حضرت حفصہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں، پہلے حسین بن عبداللہ سہمی کے نکاح میں تھی، ان کے انتقال کے بعد ۲ھ یا ۳ھ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئی، ان کا ایک اہم اعزاز یہ بھی ہے کہ جنگِ یمامہ کے بعد حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب قرآن مجید کا پہلا نسخہ لکھا گیا، تو حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے بعد ان کے پاس امانت رکھا گیا تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اس کی باقاعدہ اشاعت ہو کر سارے عالمِ اسلام میں اس کو بھیج دیا گیا، اور مصحفِ عثمانی کے نام سے یہی قرآن مجید ہے، جو گزشتہ چودہ سو سال سے امت کے پاس ہے۔

۳ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا: رملہ نام ہے، ابوسفیان بن حرب کی بیٹی، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ ہیں، اسی نسبت سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خال المومنین (مسلمانوں کے ماموں) کہا جاتا ہے، پہلے عبداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں، شروع دور میں مسلمان ہوئیں، (جبکہ والد اور بھائی فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے) ہجرت حبشہ میں اپنے شوہر کے ہمراہ شامل تھیں، حبشہ میں ہی ان کے شوہر کی وفات ہوئی، بعد میں رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں آئیں، ۴۴ھ میں فوت ہوئیں، وفات کے وقت باقی ازواجِ مطہرات کو (ایک ایک کر کے) بلا کر فرمایا کہ "ہمارے اور ہماری سوکنوں کے درمیان جو کچھ (سردی گرمی) ہوا ہے، اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ ہم سب کو معاف کر دے، انہوں نے بھی اسی طرح جواب دیا، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا آپ کی اس عذر ومعذرت پر بہت خوش ہوئیں، اور آپ کو دعائیں دی، انہوں نے براہ راست رسول اللہ ﷺ کے علاوہ اپنی سوکن ام المومنین حضرت زینب بنت جحش کے واسطے سے بھی احادیث روایت کر کے امت تک پہنچائی ہیں، اللہ ان سے راضی ہو۔

ام المومنین حضرت جویریہ [1] ام المومنین حضرت میمونہ [2]
خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہراء، حضرت امِ عطیہ، حضرت اسماء بنتِ ابی بکر، حضرت امِ شریک، حضرت امِ درداء، حضرت عاتکہ بن زید، حضرت فاطمہ بنتِ قیس، حضرت لیلیٰ بنتِ قائف، حضرت حولاء بنتِ تویت، حضرت سہلہ بنتِ سہیل، حضرت امِ سلمہ، حضرت زینب بنتِ امِ سلمہ، حضرت امِ ایمن، حضرت امِ یوسف، حضرت غامدیہ رضی اللہ عنہن۔

یہ بائیس صحابیات بنتی ہیں (ایک آدھ ان میں تابعات بھی ہیں) ان خواتین کے علم وفضل کا شہرہ "صدر الاسلام" کے اس "عہدِ میمون" میں صحابہ وتابعین میں عام تھا (اعلام الموقعین، ج۱، بحوالہ خواتینِ اسلام کی علمی ودینی خدمات)

محدثات صحابیات

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے "تذکرۃ الحفاظ" میں نوے سے اوپر حافظ الحدیث صحابہ کی فہرست مع ان کے تذکرہ وتعارف کی دی ہے، جن سے صحیح احادیث مروی ہیں، اس فہرست میں صحابیات میں سے درجِ ذیل چودہ اسمائے گرامی درج ہیں:

حضرت اسماء بنتِ ابی بکر صدیق، حضرت جویریہ بنتِ حارث مصطلقیہ، ام المومنین حضرت

---

[1] ام المومنین حضرت جویریہ بنت حارث: پہلے مسافع بن صفوان کے نکاح میں تھیں، ایک غزوہ (غزوہ بنی مصطلق) میں یہ قیدی بن کر آئی تھیں، نبی علیہ السلام نے آپ کو آزاد کر کے آپ سے نکاح کیا، صحابۂ کرام کو جیسے ہی اس نکاح کا علم ہوا، تو نبی سے اس رشتہ کے احترام میں انہوں نے حضرت جویریہ کے تمام رشتہ داروں جو قبیلہ بنی مصطلق کے لوگ تھے، کو آزاد کر دیا، اس طرح ایک سو خاندانوں کو آزادی ملی، سابقہ مذکور امہات المومنین کی طرح آپ کا بھی فقہ وفتاویٰ میں بڑا نام اور بڑا کام ہے، اس کے علاوہ باقی امہات المومنین یعنی حضرت سودہ بنت زمعہ، حضرت زینب بنت جحش، حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہن بھی دینی علم میں حظِ وافر رکھتی تھیں، مگر علمی خدمات میں ان کا درجہ گزشتہ چھ امہات المومنین سے کم ہے۔

[2] حضرت میمونہ بنت حارث ام المومنین پہلے ابوسبرہ بن ابورہم کے نکاح میں تھی، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مقام سرف میں آپ کا نکاح ہوا تھا، اور ۳۹ھ میں اسی جگہ آپ رضی اللہ عنہا کی وفات بھی ہوئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے بارے میں فرمایا تھا کہ:

انها كانت من اتقانا لله و اوصانا للرحم"

مطلب: وہ ہم سب (ازواج النبی) سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والی اور صلہ رحمی کرنے والی تھی، کئی صحابہ آپ سے روایت کرتے ہیں، خصوصاً آپ کے بھانجے اور نبی اللہ کے چچیرے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ۔

تہجد کی رکعات کے متعلق بخاری میں عبداللہ بن عباس کی جو روایت ہے، اس میں یہ بھی ہے کہ "میں نے حضرت میمونہ (اپنی خالہ) کے حجرے میں رات بسر کی (تاکہ نبی اللہ ﷺ کو رات کی عبادت ملاحظہ کروں)

حفصہ بنتِ عمر فاروق، ام المومنین حضرت امِ حبیبہ، رملہ بنتِ ابوسفیان، ام المومنین حضرت زینب بنتِ جحش اسدیہ، حضرت زینب بنتِ ابوسلمہ مخزومیہ، حضرت فاطمۃ الزہراء، حضرت ام الفضل لبابہ بنت حارث ہلالیہ، ام المومنین حضرت میمونہ بنتِ حارث ہلالیہ (یہ دونوں بہنیں ہیں) حضرت امِ عطیہ نصیبہ انصاریہ، ام المومنین حضرت امِ سلمہ مخزومیہ، حضرت امِ حرام بنتِ ملحان انصاریہ، ان کی بہن حضرت امِ سلیم ملحان انصاریہ (یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ ہیں) حضرت امِ ہانی بنتِ ابوطالب (بنت عمِ رسول اللہ) (تذکرہ الحفاظ، ج ۱، بحوالہ سابق)

باقی ازواجِ مطہرات

حضرت سودہ بنت زمعہ [1] حضرت زینب بنتِ خزیمہ [2] اور حضرت زینب بنت جحش [3] بھی دینی علم میں وافر حصہ رکھتی تھیں، اوران سے بھی احادیث وروایات منقول ہیں۔

---

[1] سودہ بنتِ زمعہ قریشی ہیں، قریش کے قبیلہ عامری سے تعلق ہے، ابتدائے اسلام میں اپنے شوہر سکران کے ساتھ مسلمان ہوئیں، دونوں میاں بیوی نے مکی دور میں مشرکین کی طرف سے سختیاں جھیلیں، ہجرت حبشہ میں بھی دونوں میاں بیوی شامل تھے، ایک روایت کی رُو سے حبشہ سے واپس آ کر مکہ میں (ہجرت مدینہ سے پہلے) آپ کے شوہر فوت ہوئے، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے عقد میں آئیں، جبکہ حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات ہو چکی تھی، طبقات ابن سعد میں لکھا ہے کہ حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد یہ پہلی خاتون ہیں جو حریمِ نبوی میں شامل ہوئیں (ج ۸، ص ۲۶۸)

طبقات ابن سعد اور الاصابہ کی روایت کے مطابق آپ کی وفات ۵۴ھ میں بعہد حکومت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہوئی، البدایہ و النہایہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے آخری دنوں میں وفات پانے کا قول ہے، سید سلیمان ندوی مرحوم نے بھی سرت النبی میں امام بخاری کی تاریخ کبیر اور تاریخ خمیس کے حوالے سے یہی قول لیا ہے (یعنی وفات کا عہد فاروقی میں ہونا، واضح رہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہا عنہ کی وفات ۲۳ھ کی ہے)

[2] سیدہ زینب بنت خزیمہ پہلے طفیل بن حرث کی بیوی تھی، ان سے طلاق ہوئی، پھر عبیدہ بن حرث یا عبداللہ بن جحش کے نکاح میں آئیں (بربنائے اختلاف قولین) جو غزوہ احد میں شہید ہوئے۔

پھر عدت گزارنے کے بعد رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں آئیں، اور چند ماہ بعد ہی وفات ہوئی، اس طرح حرمِ نبوی میں چند ماہ ہی رہیں، حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بعد یہ واحد زوجہ مطہرہ ہیں جو نبی کی زندگی میں فوت ہوئیں۔

[3] ام المومنین حضرت زینب بنت جحش نبی علیہ السلام کی پھوپھی زاد بہن بھی ہیں، پہلے نبی علیہ السلام کے متبنیٰ (لے پالک بیٹے) حضرت زید بن حارثہ کے نکاح میں آئیں، نباہ نہ ہوسکا، طلاق ہوئی، بحکم ربانی نبی علیہ السلام کے حبالۂ عقد میں آئیں، ان کا اور حضرت زید کا واقعہ حضرت زید کے نام کی صراحت کے ساتھ قرآن مجید میں سورہ احزاب میں مذکور ہے۔

وما کان لمومن ولا مومنة اذا قضی اللہ و رسولہ (سورہ احزاب، آیت نمبر ۳۶) وہاں تفصیل ملاحظہ کرلی جائے۔

تذکرۂ اولیاء (یومِ قراردادِ پاکستان کے حوالے سے خصوصی تحریر) مفتی محمد امجد حسین

اولیاءِ کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

مجاذیب اور تحریکِ آزادئ ہند

(آزادئ ہند کی تاریخ کا ایک گمشدہ اور نایاب باب)

حضرت ڈاکٹر حافظ تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ، ابھی حال ہی میں فوت ہوئے ہیں، صاحبِ نسبت اور صاحبِ حال جلالی شان کے بزرگ تھے، حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے سلسلۂ بیعت میں شامل تھے، آپ کا خاندان تکوینی بزرگوں کا خاندان تھا، حضرت مفتی محمد رضوان صاحب نے آپ کی سوانح اور آپ کے سلسلہ کے بزرگوں کے حالات، آپ کی املاء کردہ ''تکوین وتشریح مع سوانحِ تنویر'' میں جمع کر کے ادارہ غفران سے چند سال پہلے شائع کرائے تھے، ذیل کا مضمون اسی سے اخذ وانتخاب ہے۔ (امجد حسین)

جب پاکستان بننے کی تحریک چل رہی تھی، تو راقم دہلی میں رہ رہا تھا، اس زمانے میں کچھ تکوینی حضرات تھے، جن سے اس فقیر کا بھی ملنا جلنا تھا، جن کی باتوں سے پاکستان کے تکوینی طور پر وجود میں آنے کا اشارہ ملتا تھا۔ دہلی میں ایک بزرگ تھے جو جنگل سے لکڑی لاتے تھے ایک گٹھا بیچنے کے لئے اور کچھ لکڑیاں اپنے لئے رکھتے تھے۔ عجیب بزرگ تھے مجھے ان کا نام معلوم نہیں، صائم الدھر تھے۔ لکڑیاں بیچ کر سیدھے ایک دوکان پر جا کر گندم خریدتے تھے اور جامع مسجد دہلی میں حافظ جی نام کے ایک اور بزرگ کے قریب میں ایک سیڑھی پر وہ لکڑیاں جلاتے تھے اور سیڑھی کا ایک حصہ پانی سے دھو کر اس پر وہ گندم ایک پتھر سے کوٹتے تھے، پھر ان کو پیس کر ایک پیڑا بناتے تھے، اس میں کچھ نمک بھی ملاتے تھے، جب وہ پیڑا تیار ہو جاتا تو وہ لکڑیاں جو جل رہی ہوتی ان کو ہٹا کر اس پر روٹی بنا کر ڈالتے اور پتھر پر سینکنے کے بعد باقی کوئلوں پر یا انگاروں پر سینکتے تھے ، اور چٹنی رگڑ کر اس سے وہ روزہ افطار کرتے تھے۔ یہ نہیں معلوم سحری میں کچھ کھاتے تھے یا نہیں، عجیب بزرگ تھے نہ تو ان کا گھر تھا نہ کوئی ٹھکانہ ''دست خود دہان خود'' والا معاملہ تھا، صاحبِ خدمت تھے، مگر معلوم نہیں کیا کرتے تھے، کسی سے کوئی واسطہ نہیں رکھتے تھے نہ ہی کسی سے بات کرتے تھے۔ [۱]

---

[۱] حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ نے تکوین کے موضوع پر بہت قیمتی باتیں بیان فرمائی ہیں، اس لیے ان کے چند ارشادات اس سلسلہ میں نقل کیے جاتے ہیں:

(۱)......اولیاء اللہ کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جن کے متعلق خدمت ارشادِ ہدایت واصلاحِ قلوب وتربیتِ نفوس وتعلیمِ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ایک بزرگ جو مرزا جی کے نام سے مشہور تھے، اور یہ دہلی میں ٹیا محل کے علاقہ میں رہتے تھے، نقشبندی سلسلے سے تعلق رکھتے تھے، عصر کی نماز کے بعد یہ جامع مسجد دہلی کے مشرقی حصے پر حوض کے ایک کونے پر بیٹھتے تھے، ان کے برابر میں دوسرے بزرگ پیر جھولا صاحب بیٹھتے تھے اور کچھ لوگ نیچے فرش پر بیٹھتے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

طرقِ قرب وقبول عند اللہ ہے اور یہ حضرات اہلِ ارشاد کہلاتے ہیں اور ان میں سے اپنے عصر میں جو اکمل وافضل ہو اور اس کا فیض اتم واعم ہو اس کو قطبُ الارشاد کہتے ہیں، اور یہ نائبِ حقیقی ہوتے ہیں حضرات انبیاء علیہم السلام کے۔ اور ان کا طرز، طرزِ نبوت ہوتا ہے۔ دوسرے وہ جن کے متعلق خدمتِ اصلاحِ معاش وانتظام امورِ دنیویہ ودفعِ بلیات ہے کہ اپنی ہمتِ باطنی سے باذنِ الٰہی ان امور کی درستی کرتے ہیں، اور یہ حضرات اہلِ تکوین کہلاتے ہیں، جن کو ہمارے عرف میں اہلِ خدمت کہتے ہیں، اور ان میں سے جو اعلیٰ اور اقویٰ اور دوسروں پر حاکم ہوتا ہے اس کو قطبُ التکوین کہتے ہیں، اور ان کی حالت مثلِ حضرات ملائکہ علیہم السلام کے ہوتی ہے، جن کو (قرآن مجید میں) مدبراتِ امر فرمایا گیا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام اسی شان کے معلوم ہوتے ہیں...... ان (اہلِ تکوین) کے مقام ومنصب کے لئے ایسے تصرفاتِ عجیبہ کا ہونا لازم ہے، بخلاف اہلِ ارشاد کے کہ ان کا خود صاحبِ خوارق (یعنی صاحبِ کرامت) ہونا بھی ضروری نہیں، البتہ ان حضرات کی کرامات اور طور کی ہوتی ہیں، کہ ان کا ادراک عوام کو نہیں ہوتا، بلکہ وہ امور ذوقی ووجدانی ہیں کہ اکثر اوقات ان کی خدمت وصحبت سے جو شخص مستفید ہوتا ہے، اس کو معلوم ہوتے ہیں...... باقی یہ (شبہ) کہ جب نفع طریقت اہلِ ارشاد ہی سے ہوتا ہے تو اہلِ تکوین کے کمالات بیان کرنے سے کیا فائدہ، تو اس میں دو فائدے ہیں، ایک علمی دوسرا عملی، علمی تو یہ کہ ایک کام کی بات معلوم ہوجائے، تاکہ علم ناقص نہ رہے، عملی یہ کہ اکثر ایسے لوگ ظاہر صورت سے خستہ حال وشکستہ بال وذلیل وخوار ہوتے ہیں، اگر یہ مسئلہ کسی کو معلوم ہوگا تو مساکین کی تحقیر وتوہین تو نہ کرے گا، خوب سمجھ لو (کلید مثنوی، دفترِ اول صفحہ ۲۹۵، البدائع صفحہ ۱۳۷، ۱۳۸، بدیعہ نمبر ۳۲)

(۵)...... فرمایا کہ قطبُ التکوین کو اپنی قطبیت کا علم ضروری ہے، مگر قطبُ الارشاد کو ضروری نہیں، ابدال وغیرہ بھی تکوینیات سے متعلق ہیں، قطبُ الارشاد میں تعدد ضروری نہیں، ہاں قطبُ التکوین متعدد ہوتے ہیں، مگر قطبُ الاقطاب تمام عالم میں ایک ہوتا ہے؛ اس کا نام غوث ہے؛ اہلِ کشف ان کو پہچانتے ہیں۔ قطبُ التکوین دائماً اور قطبُ الارشاد احیاناً متعدد بھی ہوتے ہیں (ملفوظات کمالاتِ اشرفیہ صفحہ ۳۷۸، ملفوظ نمبر ۱۱۳۹)

حضرت خضر قطب التکوین تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام قطب الارشاد۔ اور یقیناً موسیٰ علیہ السلام ان سے افضل تھے۔ خضر علیہ السلام کی تو نبوت تک میں اختلاف ہے، اور موسیٰ علیہ السلام کی نبوت قطعی ہے اور نبوت کے ساتھ وہ انبیائے اولوالعزم میں سے ہیں، انبیاء میں ان کا بہت بڑا درجہ ہے، مگر وہ قطب التکوین نہ تھے، اسی لیے جناب خضر کے معاملات کو نہ سمجھے اور ان کے ہر فعل پر اعتراض کرتے رہے۔ غرض بعض علوم تکوینیہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کو ایسے عطا فرمائے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معلوم نہ تھے، اور اسی لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام سے ایک خاص بناء پر استفادہ کرنا پڑا، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حضرت خضر علیہ السلام کا مرتبہ بلند ہوگیا (ملفوظات مجالس الحکمۃ صفحہ ۳۲۸، ۳۲۹، مجلس نمبر ۷)

(۷)...... تکوینی کارخانہ سے سب کو قوت پہنچتی ہے، خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم؛ چنانچہ جب کافر سوجاتا ہے تو اس سوتے ہوئے کی حفاظت کے لیے فرشتے مقرر ہیں جو اس پر پہرہ دیتے ہیں اور اس کو سانپ بچھوؤں سے بچاتے ہیں، پس کافر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

تھے، مرزا جی بڑے سخت مزاج تھے، بڑی سختی سے گفتگو کرتے تھے، کافی لوگ ان سے ملنے آتے تھے، سلام کر کے بیٹھ جاتے تھے، بہت کم گفتگو ہوتی تھی، کبھی کبھی مرزا جی کچھ نصیحت فرماتے تھے یہ دراصل ایک تکوینی بزرگ تھے، ہمارے ابّا جی رحمہ اللہ نے اپنے بیٹوں سے فرمایا تھا کہ جب کبھی دہلی جاؤ تو مرزا جی سے ضرور مل لیا کرو، پھر ایک مرتبہ جب ہمارے نصیر چچا جنگ پر جانے لگے، تو ابّا جی رحمہ اللہ نے ان کو ہدایت کی کہ دہلی جا کر مرزا جی سے ملنا اور ان سے دعا کرانا۔ یہ دوسری جنگ عظیم کا واقعہ ہے (میرے دو چچا، بڑے جن کو ہم غصیلی (بہت غصہ والے) چچا کہتے تھے، جن کا نام رفیق احمد خان تھا اور نصیر احمد خان جو سب سے چھوٹے چچا شبیر احمد خان مرحوم سے بڑے ہیں، یہ میرے دونوں چچا سیکنڈ رائل لانسرز میں ملازم تھے، یہ ایک فوجی رسالہ تھا، 1940ء میں جب یہ رسالہ ہندوستان سے باہر جنگ میں شرکت کے لئے روانہ ہوا تو اس وقت ابّا جی رحمہ اللہ نے نصیر چچا سے فرمایا، بھئی دہلی میں مرزا جی سے مل کر اُن سے دعا کرا لینا، تیسرے چچا رسالدار صغیر احمد خان تھے جو فرسٹ اسکنر زہارس میں تھے جنگ پر گئے، چنانچہ وہ دہلی پہنچ کر اُن سے ملنے گئے، جب ملاقات ہوئی تو اُنہوں نے بڑی سختی سے پوچھا کون ہو۔ کیا بات ہے؟ اس موقع پر پیر جھولا صاحب بولے! اجی یہ صوبیدار صاحب دوست محمد خان کے صاحبزادے ہیں آپ سے ملنے آئے ہیں، یہ پیر جھولا صاحب بڑے صاحبِ کشف بزرگ تھے۔ بغیر کچھ تعارف کے ہمارے خاندان کو جانتے تھے، جب کبھی کوئی جاتا یہ فوراً بول پڑتے کہ یہ صوبیدار دوست محمد خان کے صاحبزادے ہیں۔

پیر جھولا کو رعشہ کی بیماری تھی اور بیٹھے ہوئے سامنے کی طرف ہلتے رہتے تھے، جیسے کوئی جھول رہا ہو اسی

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

کو بھی اسی تکوینی کارخانے سے مدد پہنچتی ہے اور مسلمانوں کو بھی؛ لہٰذا کسی کی اس تکوینی کارخانے سے مدد ہونا اس شخص کی مقبولیت کی علامت نہیں (الافاضات الیومیہ جلد ۱۰ صفحہ ۲۹۷، ملفوظ نمبر ۲۰۰)

(۸)......ان (تکوینی حضرات) کو ڈھونڈنا بالکل بے کار ہے، اس لیے کہ وہ خدا کے قبضہ میں ہیں، ان کے منہ سے وہی نکلتا ہے جو ہونے والا ہوتا ہے، خواہ ان کی خدمت کرو یا نہ کرو، تو مناسب یہ ہے کہ جو ان کے منہ سے نکلواتا ہے اس کو راضی کرو، لوگ بڑی غلطی کرتے ہیں کہ ایسے لوگوں کو ڈھونڈتے ہیں (تسہیل المواعظ جلد دوم صفحہ ۴۰۲)

عنداللہ اصحابِ تکوین کے مقابلہ میں اصحابِ تشریع کا درجہ بڑھا ہوا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اصحابِ تشریع اور اصحابِ رشد و ہدایت مکلفین کے اختیاری افعال سے بحث کرتے ہیں اور اسی کے لئے جدوجہد کرتے ہیں، جس مقصد کے لئے جن وانس کی تخلیق ہوئی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (سورة الذاريت آيت نمبر ۵۶)

اس کے برخلاف اصحابِ تکوین و اصحابِ خدمت کا درجہ اس مقصد کے لئے خادمین کا سا ہوتا ہے، وہ اسی مقصود کے لئے جدوجہد کرتے ہیں، خود ان کا کام مقصود نہیں ہوتا۔

نسبت سے ان کا نام پیر جھولا پڑ گیا تھا، یہ بھی مٹیا محل میں رہتے تھے اور سفر بھی کیا کرتے تھے، میری ملاقات ان سے جلال آباد ضلع مظفر نگر میں جب کہ میں مدرسہ مفتاح العلوم میں پڑھتا تھا رئیس اسماعیل خان صاحب مرحوم کے مکان پر ہوئی تھی، یہ ان کے مردانہ مکان میں ٹھہرے ہوئے تھے، یہ رئیس اسماعیل خان صاحب، مرحوم بڑے خوش مزاج، مہمان نواز تھے، ان کی مردانہ بیٹھک میں لوگ جمع رہتے تھے اور ان کی گفتگو سُنتے تھے، ان کا بلا کا حافظہ تھا، بڑے شاعروں کے کلام اور عبارتیں بھی ان کو یاد تھیں، بڑے لطیفہ گو اور علمِ مجلسی کے ماہر تھے، میں بھی ان کی خدمت میں جا کر بیٹھتا تھا، یہ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ سے بیعت تھے، لوگوں کو ہنساتے تھے اور لوگوں کی خدمت بھی کرتے تھے، بہر حال پیر جھولا صاحب سے وہاں بھی ملاقات ہوئی اور کافی باتیں بھی ہوئیں۔

مرزا جی رحمہ اللہ نے نصیر چچا صاحب سے فرمایا ’’دیکھو جب تک موت نہیں آتی چاہے گولیاں چلتی رہیں چاہے گولے برستے رہیں کچھ نہیں ہوگا، اور جب موت آئے گی تو اس کو کوئی نہیں ہٹا سکتا، تم جنگ پر جاؤ اور یہ بات یاد رکھو‘‘ نصیر چچا نے اپنے دل میں سوچا، سبحان اللہ! یہ باتیں تو میں پہلے سے جانتا ہوں، یہ کیا دعا ہوئی؟ چنانچہ وہ ملاقات کے بعد واپس ہو گئے۔

دہلی میں ایک بزرگ جو بہت بڑے مجذوب اور حافظ جی کے نام سے مشہور تھے، یہ جامع مسجد دہلی کی سیڑھیوں میں پڑے رہتے تھے، اور تقریباً برہنہ رہتے تھے اور راکھ کے بھرے ہوئے کنستر اور ٹین کے ڈبے ان کے پاس رکھے ہوئے ہوتے تھے اور یہ راکھ اپنے اوپر ڈالتے رہتے تھے، دو کہار ڈولی لئے ان کے پاس موجود رہتے تھے، یہ کہار صبح سے مغرب تک ان کے پاس ہوتے تھے، پھر مغرب سے فجر تک دوسرے دو کہار ڈولی کے ساتھ ان کے پاس موجود رہتے تھے، یہ خود چل بھی نہیں سکتے تھے، بس جب کبھی یہ فرماتے چلو! چلو! تو کہار ان کو اٹھا کر ڈولی میں بٹھا لیتے تھے اور جدھر یہ اشارہ کرتے رہتے وہ چلتے رہتے تھے، یہ دہلی میں بہت مشہور تھے، دہلی کے پنجابی سوداگر جو صدر بازار میں تھوک کا کاروبار کرتے تھے۔ وہ سارے ان کے بڑے معتقد تھے، یوں تو ساری دلّی ان کو جانتی تھی، حتیٰ کہ وائسرائے بھی جو کہ انگریز تھا وہ بھی ان کی بڑی عزت کرتا تھا، ان سے ملاقات کے لئے یہ بھی جاتے اور وہ بھی ملنے آتا تھا، وائسرائے کا ان کے لئے یہ آرڈر تھا کہ جہاں بھی وہ جانا چاہیں، ان کو کسی جگہ جانے سے روکا نہ جائے، وہ کبھی سرکاری خزانہ کھلواتے تھے اور روپوں کے توڑے، اشرفیوں کی تھیلیاں نکلواتے اور ان پر ہاتھ پھیرتے تھے، یہ وہ زمانہ

تھا کہ سپاہی کی تنخواہ دو روپے ہوتی تھی، جو کہار اِن کی خدمت کرتے تھے اُن کی مزدوری یہ تھی کہ گھومتے گھماتے جب وہ صدر بازار کا رُخ کرتے، تو کسی پنجابی سوداگر کی دوکان کے سامنے فرماتے میری ڈولی یہاں رکھ دو، بس وہ سوداگر سمجھتا تھا میری عید ہوگئی، حافظ جی میری دوکان کے سامنے رک گئے، یہ تو مجھے معلوم نہیں کہ حافظ جی کیا کچھ کھاتے پیتے تھے اور وہ لوگ ان کی کیا خدمت کرتے تھے، البتہ یہ سوداگر کہاروں کو دس دس پندرہ پندرہ روپے دے دیتے تھے اور یہی ان کی آمدنی تھی اس وجہ سے وہ رات دن حافظ جی کی خدمت میں لگے رہتے تھے۔

یہ تو میں جانتا تھا کہ یہ مجاذیب بڑی بڑی ڈیوٹیاں دیتے ہیں، لیکن یہ معلوم نہیں تھا کہ ان کی اتنی بڑی ڈیوٹی بھی ہوتی ہے۔ جس میں ہندوستان بھر کا نظام بھی شامل ہے۔ [۱]

بھیّا جی (والد صاحب) رحمہ اللہ دہلی تشریف لائے ہوئے تھے، میں ان کی معیت میں عصر کی نماز کے لئے دہلی کی جامع مسجد گیا، نماز سے فراغت کے بعد فرمانے لگے، چلو مرزا جی سے مل لیتے ہیں، یہ فرما کر وہ ان کی طرف چل پڑے، مرزا جی کے پاس بھیّا جی رحمہ اللہ پہنچے سلام کیا اور کچھ تیز قسم کی گفتگو تھوڑی دیر ہوئی جو مجھے یاد نہیں، پھر بھیّا جی رحمہ اللہ اِن کے پاس بیٹھ گئے، کچھ دیر بعد بھیّا جی رحمہ اللہ نے اِن سے یہ سوال کیا، مرزا جی یہ انگریز کب جائیں گے؟ مرزا جی نے گھور کر بھیّا جی رحمہ اللہ کو دیکھا اور کہنے لگے، ابھی نہیں جائیں گے، بھیّا جی رحمہ اللہ نے پوچھا کیوں؟ کہنے لگے ”حافظ جی نہیں مانتے“ یہ وہی حافظ جی مجذوب جو جامع مسجد کی سیڑھیوں میں برہنہ پڑے رہتے تھے۔ [۲]

---

[۱] تکوینی حضرات (مجاذیب) کی مخصوص ڈیوٹیاں ہوتی ہیں، یہ حضرات اپنے دائرۂ کار میں رہتے ہوئے اپنے کام انجام دیتے ہیں۔
تکوینی حضرات کے مختلف کام، مختلف مقام اور مختلف مدارج ہوتے ہیں، کسی کا حکومت سے تعلق ہوتا ہے، کسی کا نظم ونسق سے، کسی کا حالات وحوادثات سے، کسی کا معاشی معاملات سے، کسی کا مذہبی اُمور سے، وغیرہ وغیرہ۔
ان میں بھی بعض تو باہوش وحواس ہوتے ہیں اور مختلف پیشوں سے وابستہ ہوتے ہیں، کوئی گھاس کھود کے لاتا ہے، کوئی جنگل سے لکڑی کاٹ کر لاتا ہے، کوئی خربوزے بیچتا ہے، کوئی جوتی گانٹھتا ہے، کوئی سبزی بیچتا ہے، کوئی چنے بیچتا ہے وغیرہ وغیرہ۔
لیکن درحقیقت یہ سرکاری آدمی ہوتے ہیں خود کو چھپانے کے لئے ایسا کرتے ہیں ورنہ اصل کام ان کا تکوینی ڈیوٹی دینا ہوتا ہے۔

[۲] حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ ایک مجذوب بزرگ جن کا نام اشراقی صاحب تھا، ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

وہ (اشراقی صاحب) فرماتے تھے، مجذوبوں میں اس میں اختلاف ہے کہ انگریزی سلطنت باقی رہے یا اس کو بدل دیا جائے (الافاضات الیومیہ، جلد ا صفحہ ۹۵، ملفوظ نمبر ۱۰۶)

اس سے بھی مندرجہ بالا واقعہ کی تائید ہوتی ہے۔

بات ختم ہوگئی بعد میں نمازِ مغرب ادا کر کے ہم واپس آگئے اور بھیّا جی رحمہ اللہ انصاری صاحب کے ہاں چلے گئے۔

غالباً1946ء کا آخر تھا، کہ اچانک خبر مشہور ہوگئی کہ حافظ جی کا انتقال ہوگیا، بڑی شہرت تھی ان کی، ان کے نماز جنازہ میں ہزاروں آدمی شریک ہوئے اور تدفین ہوگئی، اس کے کچھ دنوں بعد میں اکیلا ہی مرزا جی کی خدمت میں گیا، تھوڑی دیر بیٹھا، ویسے کبھی کبھار میں ان کی خدمت میں جاتا رہتا تھا، میں نے مرزا جی سے عرض کیا مرزا جی حافظ جی کا تو انتقال ہوگیا، فرمانے لگے ہاں کیوں؟ میں نے عرض کیا اب انگریز کب جائیں گے؟ انہوں نے ایک سخت نظر کے ساتھ مجھے دیکھا، پھر اپنے برابر میں دیکھا جہاں پیر جھولا صاحب رحمہ اللہ بیٹھے ہوئے جھول رہے تھے، مجھے مخاطب ہو کر فرمایا، نہیں ابھی نہیں جائیں گے، انہوں نے پیر جھولا صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ''یہ بھی نہیں مانتے'' مجھے بڑا تعجب ہوا، چونکہ میں پیر جھولا صاحب سے پہلے سے بھی واقف تھا، جلال آباد میں تعلیم کے زمانے میں یہ کبھی کبھار جلال آباد بھی آتے تھے اور وہاں کے رئیس اسماعیل خان صاحب مرحوم کے ہاں قیام فرماتے تھے، میں کبھی کبھی ان سے مذاق بھی کر لیتا تھا، اس وقت مجھے احساس ہوا کہ پیر جھولا صاحب رحمہ اللہ تو بڑی ہستی ہیں، ہندوستان کی حکومت ہاتھ میں لئے بیٹھے ہیں، اس کے بعد سے میں ان کا بہت ادب کیا کرتا تھا۔

یہ غالباً ماہ فروری 1947ء کا واقعہ ہے کہ پیر جھولا صاحب نمازِ عصر جامع مسجد میں ادا کر کے واپس مٹیا محل جا رہے تھے، جیسے ہی جامع مسجد کی سیڑھیاں اترنے لگے پیر پھسل گیا اور بری طرح گرے اور نیچے گرتے پھسلتے چلے گئے، اور اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوئے، ان کا انتقال بھی حادثاتی طور پر ہوا، بہت مشہور ہستی تھی ان کے جنازے میں بھی ہزاروں لوگوں نے شرکت کی ان کی تدفین ہوگئی میں ایک دن پھر مرزا جی کی خدمت میں گیا، اور میں نے پھر سوال کیا مرزا جی پیر جھولا بھی اللہ کو پیارے ہوئے، اب انگریز کب جائیں گے؟ مرزا جی نے جواب میں فرمایا۔

> اب انگریزوں کے باپ کو بھی جانا پڑے گا، دنیا کی کوئی طاقت ہندوستان سے جانے کو اب نہیں روک سکتی۔

اور یہی ہوا، انگریزوں نے کہنا شروع کیا، ہم جا رہے ہیں، مسلم لیگ اور کانگریس حکومت سنبھالے۔ پہلے ایک انٹیرم (عارضی حکومت) بنی، بعد میں تقسیم (Partition) ہوگئی اور پاکستان بن گیا، مشرقی بنگال اور مغربی پاکستان معرضِ وجود میں آ گیا۔

(اخذ وانتخاب از: تکوین وتشریح مع سوانحِ تنویر: مرتبہ: مفتی محمد رضوان صاحب)

سورہ فاتحہ کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

اللہ تعالیٰ نے سورت فاتحہ جیسی سورت نہ تورات میں نازل فرمائی ہے، اور نہ انجیل میں، اور یہ سبعِ مثانی ہے، اور یہ سورت میرے اور میرے بندے کے درمیان تقسیم شُدہ ہے، اور میرے بندے کے لئے وہ ہے، جو اُس نے سوال کیا (مسند احمد، رقم الحدیث ۲۱۰۹۴، اسنادہ صحیح علی شرط مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے حبیب ﷺ نے فرمایا کہ:

سورہ فاتحہ پڑھا کرو، کیونکہ میں نے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا کہ میں نے نماز (میں پڑھی جانے والی سورہ فاتحہ) کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان تقسیم کردیا ہے، اور میرے بندے کے لئے وہ ہے جو وہ مانگے، پس جب بندہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ کہتا ہے، تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے میری تعریف بیان کی، اور جب بندہ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہے کہ میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی، اور جب بندہ مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ کہتا ہے تو اللہ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے اپنے آپ کو میرے سپرد کردیا، پھر جب بندہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے، اور میرے بندہ کو وہ ملے گا، جو اُس نے مانگا، پھر بندہ اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہے کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ. صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ میرے بندے کے لئے ہے، اور آپ کو وہ ملے گا، جو آپ نے سوال کیا (مسند احمد، رقم الحدیث ۷۲۹۱، مسلم، رقم الحدیث ۳۹۵ ''۳۸'')

مجنون وپاگل پرسورہ فاتحہ کے ذریعہ دَم کرنا

حضرت خارجہ بن صلت کے چچا(حضرت علاقہ بن صحار رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ:
ہم رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے واپس آرہے تھے کہ ہمارا عرب کے ایک قبیلے پر سے گذر ہوا، انہوں نے کہا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ لوگ ان (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس سے خیر کے ساتھ آرہے ہو، تو کیا آپ لوگوں کے پاس کوئی دوائی یا دَم ہے، اس لئے کہ ہمارا ایک پاگل آدمی ہے، جو بندھا ہوا ہے، حضرت علاقہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے کہا کہ جی ہاں! تو وہ لوگ بندھے ہوئے آدمی کو لائے، حضرت علاقہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اُس آدمی پر تین دن تک صبح اور رات کو سورہ فاتحہ پڑھ کر دَم کیا، جب بھی میں سورہ فاتحہ ختم کرتا، تو اپنا لعاب جمع کرتا، پھر اُس پر پھینک دیتا، تو وہ آدمی (اس طرح ٹھیک ہوگیا) گویا کہ بندھی ہوئی رسّی سے کھول دیا گیا ہو، اُن لوگوں نے مجھے ایک بکریوں کا ریوڑ عطیہ کیا، تو میں نے کہا کہ میں اُس وقت تک یہ نہیں لوں گا، جب تک کہ میں رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ نہ لوں (پھر پوچھنے پر رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا کہ قسم ہے! لوگ باطل تعویز سے دَم کر کے کھالیتے ہیں، آپ نے تو حق تعویذ کر کے کھایا ہے (ابوداؤد، رقم الحدیث ۳۹۰۱، مسند احمد، رقم الحدیث ۲۱۸۳۶، إسنادہ محتمل للتحسین من أجل خارجہ بن صلت، وباقی رجالہ ثقات)

سورہ بقرہ کی عظمت اور اس کی تلاوت کا ایک بڑا فائدہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : إِنَّ لِکُلِّ شَیْءٍ سَنَامًا، وَإِنَّ سَنَامَ الْقُرْآنِ سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃِ (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۳۰۲۷)

قال الحاکم: ھذا حدیث صحیح الإسناد، ولم یخرجاہ.

وقال الذھبی: صحیح.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر چیز کا ایک کوہان (یعنی بلندی) ہے اور قرآن کا کوہان (یعنی بلندی) سورہ بقرہ ہے (حاکم)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَا تَجْعَلُوْا بُیُوْتَکُمْ مَقَابِرَ، إِنَّ الشَّیْطَانَ یَنْفِرُ مِنَ الْبَیْتِ الَّذِیْ تُقْرَأُ فِیْہِ سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃِ (مسلم، رقم الحدیث ۲۱۲ "۷۸۰")

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، اس لئے شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس گھر میں سورہ بقرہ کی تلاوت کی گئی ہو (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس گھر میں شیطان داخل نہیں ہوگا، جس میں سورہ بقرہ پڑھی جاتی ہے (ترمذی، رقم الحدیث ۲۸۷۷)

سورہ بقرہ کی آخری دو آیتوں کی فضیلت اور اُن کی تلاوت کا فائدہ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

إِنِّی أُوْتِیتُهُمَا مِنْ كَنْزٍ مِنْ بَيْتٍ تَحْتَ الْعَرْشِ، وَلَمْ يُؤْتَهُمَا نَبِیٌّ قَبْلِی يَعْنِی: اَلْآيَتَيْنِ مِنْ آخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۱۳۴۳، صحيح لغيره، فی حاشية مسند احمد: هذا إسناد رجاله ثقات)

ترجمہ: مجھے عرش کے نیچے ایک خزانے کے کمرے سے دو چیزیں دی گئی ہیں، جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں، وہ سورہ بقرہ کی آخری دو آیتیں ہیں (مسند احمد)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِیِّ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ كِتَابًا قَبْلَ أَنْ يَّخْلُقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بِأَلْفَیْ عَامٍ، أَنْزَلَ مِنْهُ آيَتَيْنِ خَتَمَ بِهِمَا سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ، وَلَا يُقْرَآنِ فِی دَارٍ ثَلَاثَ لَيَالٍ فَيَقْرَبُهَا شَيْطَانٌ (ترمذی، رقم الحديث ۲۸۸۲، مسند احمد، رقم الحديث ۱۸۴۱۴، اسناده حسن، رجاله ثقات)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے لکھ دیا تھا، اس میں دو آیتیں نازل (وشامل) کر کے ان دونوں آیتوں سے سورہ بقرہ کو ختم فرمایا، اور جس گھر میں تین راتوں تک سورہ بقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھی جائیں گی، شیطان اس گھر کے قریب نہیں آسکے گا (ترمذی، مسند احمد)

پیارے بچو! مولانا محمد ناصر

شاگردوں کا امتحان

کسی شہر میں ایک عقل مند بزرگ رہتے تھے، جن کے دو شاگرد تھے، وہ دونوں شاگرد ہر وقت بزرگ کے ساتھ رہتے تھے، اور ان کی خدمت کرتے تھے، ان شاگردوں میں سے ایک شاگرد کی عادت یہ تھی کہ وہ ہر بات میں سے اچھائی نکالتا تھا، اور ہر ایک کے بارے میں اچھی بات کرتا تھا، لیکن دوسرے شاگرد کی عادت یہ تھی کہ وہ ہر بات میں سے بُرائی نکالتا تھا، اور ہر ایک کے عیب اور کمزوری تلاش کرتا تھا، اگر ایک شاگرد کسی چیز میں اچھائی بیان کرتا، تو دوسرا اس چیز میں خرابی اور عیب ڈھونڈ لیتا، اور اس چیز کی بُرائی بیان کر دیتا۔

وہ بزرگ صبح سویرے اُٹھنے کے بعد شہر کی طرف جب جاتے، تو لوگوں سے خیریت معلوم کرتے، لوگوں کی مشکلات اور مسائل سُنتے، اور انہیں اچھے اچھے مشورے دیتے، اور پیاری پیاری باتیں بتاتے، بزرگ کی باتوں سے لوگوں کو اچھی رہنمائی حاصل ہوتی، اور لوگوں کی اصلاح ہوتی، اسی وجہ سے شہر کے لوگ بزرگ کو نیک اور عقل مند آدمی مانتے تھے۔

بزرگ کو اپنے دونوں شاگردوں کی عادت کا بھی اچھی طرح علم تھا، وہ شاگردوں کو سمجھاتے، اور اچھائی اور بُرائی میں تمیز کرنا سکھاتے تھے، ایک دن بزرگ نے سوچا کہ وہ اپنے دونوں شاگردوں کا امتحان لیں، اور یہ معلوم کریں کہ دونوں نے اب تک بزرگ سے کیا سیکھا ہے؟

بزرگ کے ذہن میں ایک خیال آیا، اور انہوں نے اگلے دن اس پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

بزرگ اپنے دونوں شاگردوں کو لے کر قریب کے باغ میں چہل قدمی کے لئے چلے گئے، وہاں مختلف پھلوں کے درخت تھے، باغ کی سیر کے دوران بزرگ آم کے ایک درخت کے قریب پہنچ کر رُک گئے، آم کے درخت پر بہت سے پکے ہوئے آم لگے ہوئے تھے، اور درخت کے تنے پر بہت سارے نشانات پڑے ہوئے تھے، جس طرح کہ درخت پر لوگ کچھ مارتے ہوں، تھوڑی دیر تک درخت کی طرف دیکھنے کے بعد بزرگ نے اپنے دونوں شاگردوں سے پوچھا کہ اس درخت کو دیکھو، اور بتاؤ کہ تمہیں اس درخت سے کیا پتہ چلا ہے؟

شاگردوں نے ان کے حکم کی تعمیل کی، اور درخت کی طرف دیکھنا شروع کر دیا، تھوڑی دیر بعد اچھائی پر نظر

رکھنے والا شاگرد بولا کہ جناب لوگ اس درخت کا پھل حاصل کرنے کے لئے اسے پتھر مارتے ہیں، اور اس طرح اسے تکلیف پہنچاتے ہیں، اس کے باوجود یہ درخت لوگوں کو میٹھے رس بھرے پھل اور لوگوں کو خوشیاں دیتا ہے۔

پھر دوسرا شاگرد بولا کہ محترم! یہ درخت اپنے پکے ہوئے پھل انسانوں کو نہیں دینا چاہتا تھا، پھل حاصل کرنے کے لئے لوگوں نے درخت کو پتھروں اور لاٹھیوں سے مارا، اس کے بعد درخت نے انسان کو میٹھے آم دیے۔

بزرگ نے دونوں شاگردوں کی بات سُننے کے بعد پہلے شاگرد کی بات کو پسند کیا، اور اس کی تعریف کی، جبکہ دوسرے شاگرد کو سمجھایا کہ کسی بھی چیز میں سے عیب ڈھونڈنے اور عیب نکالنے کے بجائے اچھی سوچ رکھنی چاہئے۔

اچھے خیالات سے ایک قسم کی خوشی اور طاقت حاصل ہوتی ہے، جبکہ بُرے خیالات انسان کو کمزور بناتے ہیں، اور بُری سوچ رکھنے والے لوگوں کو کوئی بھی پسند نہیں کرتا۔

Idara Ghufran

بزمِ خواتین مفتی محمد یونس

⌘ توبہ کی ضرورت

معزز خواتین! اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر (خواہ وہ مرد ہو یا عورت) نیکی کرنے کی صلاحیت وقوت بھی پیدا فرمائی ہے، اور برائی کرنے کی صلاحیت وقوت بھی پیدا فرمائی ہے، پھر انسان کو اللہ تعالیٰ نے نیکی کرنے نہ کرنے اور برائی کرنے نہ کرنے کا اختیار بھی عطا فرمایا ہے، اور یہ ایسی واضح بات ہے کہ جس کو ہر انسان خواہ وہ عالم ہو یا غیر عالم، تعلیم یافتہ ہو یا غیر تعلیم یافتہ، فطری طور پر جانتا ہے، اور اس کا شعور رکھتا ہے، انسان خواہ دوسرے کے سامنے کتنی ہی حیل وحجت کرے، لیکن اگر اس کا ضمیر زندہ ہے، تو وہ ضرور اس بات کو اپنے دل میں تسلیم کرے گا کہ فلاں گناہ میں نے اپنے اختیار سے کیا ہے، اور فلاں نیک کام میں نے اپنے اختیار سے چھوڑا ہے۔

اور یہی دراصل انسان کی آزمائش ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں اور آسمانی کتابوں کے ذریعہ سے انسانوں کو خیر وشر کی تعلیم بھی فرمادی، نیکی کے کام کون کون سے ہیں، یہ بھی بتلا دیا، اور برائی کے کام کون کون سے ہیں، اس سے بھی آگاہ فرمادیا، نیکی کا اچھا انجام بھی بتلا دیا، اور برائی کے برے انجام کی بھی خبر دے دی، اور انسان کو نیکی وبرائی کرنے اور نہ کرنے کا اختیار بھی دے دیا، اب انسان کی زندگی میں بار بار ایسے مواقع پیش آتے رہتے ہیں، جہاں اس کے سامنے نیکی کرنے یا نہ کرنے کے دونوں پہلو (Option) واضح ہوتے ہیں، اور اسے ان میں سے کسی ایک کو اپنے اختیار سے ترجیح دینی ہوتی ہے، اسی طرح ہر انسان کی زندگی میں بے شمار مرتبہ ایسے مواقع آتے ہیں، جہاں اس کے سامنے برائی کرنے یا نہ کرنے میں سے کسی ایک کو ترجیح دینے کی آزمائش کھڑی ہوجاتی ہے۔

پھر چونکہ ہر انسان کے ساتھ نفس وشیطان بھی لگے ہوئے ہیں، جو اسے برائی پر آمادہ کرتے ہیں، شیطان تو انسان کا ازلی دشمن ہے، جس نے انسان کو راہِ راست سے بہکانے، اور گمراہ کرنے کی قسم کھا رکھی ہے، اور نفس کو اپنے مزے سے غرض ہے، خواہ حلال طریقے سے مزہ ملے، یا حرام راستے سے، اس لئے دونوں ہی انسان کو گناہ میں مبتلا کرنے کی کوشش میں رہتے ہیں، ایسے میں انسان سے گناہ کا ہوجانا بعید نہیں، اسی وجہ

سے کہا جاتا ہے کہ ’’انسان خطا کا پتلا ہے‘‘

ایک حدیث شریف میں بھی وارد ہے کہ:

عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: کُلُّ ابْنِ آدَمَ خَطَّاءٌ وَخَیْرُ الْخَطَّائِینَ التَّوَّابُونَ (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۲۴۹۹) [1]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی ﷺ نے فرمایا کہ ہر ابنِ آدم (یعنی انسان) بکثرت خطا کرنے والا ہے، اور بکثرت خطا کرنے والوں میں سے بہترین لوگ بکثرت توبہ کرنے والے ہیں (ترمذی)

اور سنن ابنِ ماجہ میں اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ:

عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: کُلُّ بَنِی آدَمَ خَطَّاءٌ، وَخَیْرُ الْخَطَّائِینَ التَّوَّابُونَ (ابن ماجہ، رقم الحدیث ۴۲۵۱، باب ذکر التوبة) [2]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمام بنی آدم (یعنی انسان) بکثرت خطا کرنے والے ہیں، اور بکثرت خطا کرنے والوں میں سے بہترین لوگ بکثرت توبہ کرنے والے ہیں (سنن ابن ماجہ)

تو جب انسان سے خطاؤں کا صدور بکثرت ہوتا رہتا ہے، تو انسان کو کسی ایسے عمل کو اختیار کرنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے، جس کی برکت سے اس کی یہ کثیر خطائیں معاف ہوتی رہیں، اور اسی عمل کا نام توبہ ہے، پس معلوم ہوا کہ توبہ کرنا ہر انسان کی ضرورت ہے، کوئی انسان بھی اس سے مستغنی نہیں ہوسکتا، یہاں تک کہ امام الانبیاء حضور ﷺ جو ہر طرح کے گناہوں سے معصوم ہیں، آپ بھی دن میں سو سو مرتبہ توبہ کرتے ہیں۔

چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: یَا أَیُّهَا النَّاسُ تُوبُوا إِلَی اللهِ، فَإِنِّی أَتُوبُ، فِی الْیَوْمِ إِلَیْهِ مِائَةَ، مَرَّةٍ (مسلم، رقم الحدیث ۲۷۰۲ ''۴۲'')

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے لوگو! اللہ کے حضور میں توبہ کرو، میں خود دن میں سو سو

---

[1] قال الترمذی: هَذَا حَدِیثٌ غَرِیبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِیثِ عَلِیِّ بْنِ مَسْعَدَةَ عَنْ قَتَادَةَ.

اس حدیث کو امام البانی رحمہ اللہ نے حسن کہا ہے۔

[2] اس حدیث کی سند بھی وہی ہے، جو ترمذی میں مذکور ہے۔

دفعہ اس کے حضور میں توبہ کرتا ہوں (مسلم)

توبہ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی آیاتِ کریمہ میں توبہ کرنے کا حکم نازل فرمایا ہے، جن میں سے بعض کا بیان گزشتہ شمارہ کے اسی سلسلے کے مضمون میں مذکور ہیں، اب مزید ایک آیت میں اس حکم کو ملاحظہ کریں۔

سورۂ نور کی ایک آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والی خواتین کو پردے سے متعلق اور محرم مردوں کی وضاحت سے متعلق کچھ ہدایات ارشاد فرمائی ہیں، اس کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے تمام ایمان والوں کو (جن میں ایمان والی خواتین بھی شامل ہیں) توبہ کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔

چنانچہ اس آیت کے آخر میں ارشاد ہے کہ:

وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (سورة النور، رقم الآية ۳۱)

ترجمہ: اور مسلمانو! (تم سے جو ان احکام میں کوتاہی ہوگئی ہو تو) تم سب اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرو، تاکہ تم فلاح پاؤ (ورنہ معصیت مانع فلاح کامل ہو جاتی ہے) (ترجمہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ)

فائدہ: اس آیت سے پچھلی آیت میں مردوں کو نظریں نیچی رکھنے اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے کا حکم دیا گیا ہے، پھر اس آیت میں عورتوں کو بھی پہلے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ اپنی نظروں کو نیچا رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، اس کے بعد عورتوں کو غیر محرم مردوں سے پردہ کرنے کا حکم دینے کے بعد اس آخری جملے میں مردوں، عورتوں سب کو اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

پس توبہ کی ضرورت مذکورہ آیت اور اس جیسی دوسری آیات سے، حضور اکرم ﷺ کے ارشاد سے اور آپ ﷺ کے عمل سے واضح ہوگئی۔

جب قرآن وحدیث سے توبہ کرنے کا حکم معلوم ہوگیا، تو اس حکم پر عمل کرنے کے لئے توبہ کی حقیقت کا علم ہونا بھی ضروری ہے، لہٰذا اب توبہ کی حقیقت کے بارے میں کچھ لکھا جاتا ہے۔

توبہ کی حقیقت

توبہ کی حقیقت اس مثال سے اچھی طرح سمجھی جا سکتی ہے کہ کوئی آدمی مثلاً غصہ کی حالت میں خودکشی کے ارادہ سے زہر کھالے، اور جب وہ زہر اندر پہنچ کر اپنا عمل شروع کرے، اور آنتیں کٹنے لگیں، اور وہ ناقابلِ

برداشت تکلیف اور بے چینی ہونے لگے، جو کہ زہر کے نتیجہ میں ہوتی ہے، اور موت سامنے کھڑی نظر آئے اور اس کو اپنی اس احمقانہ حرکت پر رنج وافسوس ہو، اور اس وقت وہ چاہے کہ کسی بھی قیمت پر اس کی جان بچ جائے اور جو دوا حکیم یا ڈاکٹر اسے بتائیں، وہ اسے استعمال کرے، اور اگر قے کرنے کے لئے کہیں تو قے لانے کے لئے بھی ہر تدبیر اختیار کرے، یقیناً اس وقت وہ پوری صدق دلی کے ساتھ یہ بھی فیصلہ کرے گا کہ اگر میں زندہ بچ گیا تو آئندہ کبھی ایسی حماقت نہیں کروں گا۔

بالکل اسی طرح سمجھنا چاہیے کہ کبھی کبھی صاحبِ ایمان بندہ غفلت کی حالت میں اغواء شیطانی یا خود اپنے نفسِ امّارہ کے تقاضے سے گناہ کر بیٹھتا ہے، لیکن جب اللہ کی توفیق سے اس کا ایمانی حاسّہ بیدار ہوتا ہے، اور وہ محسوس کرتا ہے کہ میں نے اپنے مالک ومولیٰ کی نافرمانی کر کے اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالا ہے، اور اللہ کی رحمت وعنایت اور اس کی رضا کے بجائے میں اس کے غضب اور عذاب کا مستحق ہو گیا ہوں، اور اگر میں اسی حالت میں مر گیا تو قبر میں اور اس کے بعد حشر میں مجھ پر کیا گزرے گی اور وہاں اپنے مالک کو کیا منہ دکھاؤں گا، اور آخرت کا عذاب کیسے برداشت کر سکوں گا۔

الغرض جب توفیقِ الٰہی سے اس کے اندر یہ فکر واحساس پیدا ہوتا ہے، تو وہ یہ یقین وعقیدہ رکھتے ہوئے کہ میرا مالک ومولیٰ بڑا رحیم وکریم ہے، معافی مانگنے پر بڑے سے بڑے گناہوں قصوروں کو وہ بڑی خوشی سے معاف فرما دیتا ہے، وہ اس سے معافی اور بخشش کی استدعا (درخواست) کرتا ہے، اور اسی کو گناہ کے زہر کا علاج سمجھتا ہے۔

نیز اس کے ساتھ وہ آئندہ کے لئے فیصلہ کرتا ہے کہ اب کبھی اپنے مالک کی نافرمانی نہیں کروں گا، اور کبھی اس گناہ کے پاس نہیں جاؤں گا، بس بندے کے اسی عمل کا نام استغفار اور توبہ ہے (ماخوذ از معارف الحدیث ج۵، ص۳۰۹و۳۰۹، بتغیر یسیر)

اس تفصیل میں توبہ کا حقیقی جزء ندامت معلوم ہوتا ہے، اس لئے کہ احساس ہونے کے بعد بنیادی عنصر جس کی بناء پر انسان گزشتہ کوتاہی کی تلافی پر اور آئندہ ویسی حماقت نہ کرنے پر آمادہ ہوتا ہے، وہ ندامت یعنی پشیمانی ہی ہے۔

چنانچہ ایک حدیث شریف میں فقط ندامت ہی کو توبہ فرمایا گیا ہے، ملاحظہ ہو:

عَنِ ابْنِ مَعْقِلٍ، قَالَ :دَخَلْتُ مَعَ أَبِي عَلَى عَبْدِ اللَّهِ، فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ :قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :النَّدَمُ تَوْبَةٌ ، فَقَالَ لَهُ أَبِي :أَنْتَ سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ :النَّدَمُ تَوْبَةٌ ، قَالَ :نَعَمْ (سنن ابن ماجه ، رقم الحديث ۴۲۵۲) [1]

ترجمہ: حضرت ابن معقل سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں اپنے والد کے ساتھ حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، پس میں نے آپ رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ندامت (یعنی پشیمانی ہی) توبہ ہے، تو آپ (یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے) میرے والد نے عرض کیا! کیا آپ نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ندامت (یعنی پشیمانی ہی) توبہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جی ہاں (ابن ماجہ)

مشکوٰۃ شریف میں شرح السنہ کے حوالے سے مذکور ہے کہ امام بغوی رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ندامت (یعنی پشیمانی ہی) توبہ ہے۔

فائدہ: ملاعلی قاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کی تشریح میں فرمایا ہے کہ یہ شرح السنہ کے حوالے سے نقل کردہ ارشاد اگرچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہے، مگر مرفوع کے حکم میں ہے، یعنی حضور ﷺ کے ارشاد کی طرح ہے۔ [2]

تشریح...... اس حدیث پاک میں توبہ کے حقیقی جزء کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ وہ ندامت ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ یوں تو توبہ کے اور ارکان بھی ہیں، مگر اس کا بنیادی رکن ندامت ہی ہے، کیونکہ جب انسان اپنے کسی عمل پر نادم ہوتا ہے، تب ہی صحیح معنوں میں اس کے دل میں گزشتہ کوتاہی کی تلافی کرنے کا جذبہ اور آئندہ اس برے عمل کو نہ کرنے کا ارادہ پیدا ہوتا ہے، گویا گناہ پر ندامت ہو جانے سے توبہ کی توفیق ہو جاتی ہے، تو یہ توبہ کا بڑا رکن ہوا، یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ حج کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ

---

[1] اس حدیث کو امام البانی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔

[2] (عنه) أى :عن ابن مسعود (موقوفا) : لكنه فى حكم المرفوع (قال :الندم توبة) أى :ركن أعظمها الندامة، إذ يترتب عليها بقية الأركان من القلع والعزم على عدم العود، وتدارك الحقوق ما أمكن، وهو نظير الحج عرفة إلا أنه عكس مبالغة، والمراد الندامة على فعل المعصية من حيث إنها معصية لا غير (مرقاة المفاتيح، ج۴، ص۱۶۳۷، باب الاستغفار و التوبة)

"الحج عرفة" حج وقوفِ عرفہ ہی ہے، یعنی حج کا بڑا رکن وقوفِ عرفہ ہے۔ ۱؎

۱؎ (عنه) أی :عن ابن مسعود (موقوفا) لكنه فی حكم المرفوع (قال الندم) أی :علی المعصية أی : لكونها معصية وإلا فإذا ندم عليها من جهة أخرى كما إذا ندم على شرب الخمر من جهة صرف المال عليه فليس من التوبة فی شیء (توبة) معناه إنه معظمها ومستلزم لبقية أجزائها عادة فإن النادم ينقطع من الذنب فی الحال عادة ويعزم على عدم العود إليه فی الاستقبال ، وبهذا القدر تتم التوبة إلا فی الفرائض التی يجب قضاء ها فتحتاج التوبة فيها إلى القضاء وإلا فی حقوق العباد فتحتاج فيها إلى الاستحلال أی الرد والندم يعنی على كل ذلک كما لا يخفی قاله السندی .وقال القاری :(الندم توبة) أی :أعظم أركانها الندامة ، إذ يترتب عليها بقية الأركان من القلع والعزم على عدم العود ، وتدارک الحقوق ما أمكن وهو نظير الحج عرفة إلا أنه عكس مبالغة .والمراد الندامة على فعل المعصية من حيث أنها معصية لا غير -انتهى .قلت : اختلفوا فی حد التوبة فقال بعضهم :إنها الندم .وقال بعضهم :إنها العزم على أن لا يعود .وقال بعضهم : هی الإقلاع عن الذنب ، ومنهم من يجمع بين الأمور الثلاثة وهی أكملها .قال الحافظ :وقال بعضهم : يكفی فی التوبة تحقق الندم على وقوع الذنب منه فإنه يستلزم الإقلاع عنه والعزم على عدم العود فهما ناشئان عن الندم لا أصلان معه .ومن ثم جاء الحديث الندم توبة ، وهو حديث حسن من حديث ابن مسعود ، وأخرجه ابن ماجة ، وصححه الحاكم ، وأخرجه ابن حبان من حديث أنس وصححه ، وقال أيضا :قد تمسک من فسر التوبة بالندم بما أخرجه أحمد ، وابن ماجة ، وغيرهما من حديث ابن مسعود رفعه الندم توبة ، ولا حجة فيه ، لأن المعنى الحض عليه وإنه الركن الأعظم فی التوبة لا أنه توبة نفسها -انتهى (مرعاة المفاتيح، ج۸، ص۷۴، الفصل الثالث)

أصل التوبة فی اللغة الرجوع يقال تاب وثاب بالمثلثة وآب بمعنى رجع والمراد بالتوبة هنا الرجوع عن الذنب وقد سبق فی كتاب الإيمان أن لها ثلاثة أركان الإقلاع والندم على فعل تلک المعصية والعزم على أن لايعود إليها أبدا فإن كانت المعصية لحق آدمی فلها ركن رابع وهو التحلل من صاحب ذلک الحق وأصلها الندم وهو ركنها الأعظم(شرح النووی على مسلم، ج ۱۷، ص ۵۹، كتاب التوبة)

آپ کے دینی مسائل کا حل   ادارہ

ووٹ کی شرعی حیثیت

انتخابات کا زمانہ قریب ہے، اس وجہ اور موضوع کی اہمیت کے پیشِ نظر ووٹ کی شرعی حیثیت سے متعلق مفتی محمد رضوان صاحب کے ایک حالیہ تفصیلی مضمون کا خلاصہ پیش کیا جارہا ہے، مراجع وماٰ خذ کے ساتھ تفصیلی مضمون ''سیاست وحکومت اور ووٹ'' نامی کتاب میں موجود ہے (......ادارہ......)

پہلے تو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ حکومت کا قیام نقل وعقل کے اعتبار سے ضروری ہے، کیونکہ اس کے بغیر ملک کے نظم ونسق کو چلانا تقریباً ناممکن ہے، یہی وجہ ہے کہ کسی ملک کی حکومت ختم یا کمزور ہونے کی صورت میں، اُس ملک کے اندر بے راہ روی، قتل وغارت گری اور لوٹ مار کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے، اور اس ملک پر دشمنوں کی چڑھائی اور قبضہ آور ہونے کا بھی خطرہ لاحق ہوجاتا ہے۔

اس لئے اسلام میں حکومت کے قیام پر زور دیا گیا ہے، اور اسی لئے بعض احادیث میں حکمران کی بیعت کئے بغیر فوت ہوجانے کی برائی بیان کی گئی ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ خَلَعَ يَدًا مِّنْ طَاعَةٍ، لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا حُجَّةَ لَهُ، وَمَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِيْ عُنُقِهٖ بَيْعَةٌ، مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً (مسلم، رقم الحديث ۱۸۵۱ ''۵۸'')

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے (حکمران کی) اطاعت سے ہاتھ نکال لیا، تو وہ قیامت کے دن اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کے پاس کوئی دلیل نہ ہوگی اور جو اس حال میں مَرا کہ اس کی گردن میں کسی (حکمران) کی بیعت نہ تھی، تو وہ جاہلیت کی موت مَرا (مسلم)

اس حدیث میں جہاں ایک طرف حکمران کے خلاف بغاوت سے منع کیا گیا ہے، اور اس کی جائز کاموں میں اطاعت کا حکم دیا گیا ہے، وہیں حکمران کی بیعت کئے بغیر فوت ہونے کی بھی بُرائی بیان کی گئی ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا خَرَجَ ثَلَاثَةٌ فِيْ سَفَرٍ فَلْيُؤَمِّرُوْا أَحَدَهُمْ (سنن أبی داود، رقم الحديث ۲۶۰۸)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تین آدمی سفر میں نکلیں، تو وہ اپنے میں سے ایک کو امیر بنالیں (ابوداؤد)

جب سفر کی حالت میں بھی تین آدمیوں کو اپنے میں سے کسی ایک کو امیر مقرر کرلینے کا حکم ہے، تو ملک کی قیادت کے لئے امیر وحکمران مقرر کرلینے کا بدرجۂ اولیٰ حکم ہوگا۔

(ملاحظہ ہو: الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۵، ص۳۰۳، أنواع السياسة الشرعية)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَعْهَدْ إِلَيْنَا عَهْدًا نَأْخُذُ بِهٖ فِي إِمَارَةٍ، وَلٰكِنَّهٗ شَيْءٌ رَأَيْنَاهُ مِنْ قِبَلِ أَنْفُسِنَا، ثُمَّ اسْتُخْلِفَ أَبُوْ بَكْرٍ رَحْمَةُ اللّٰهِ، عَلٰى أَبِيْ بَكْرٍ، فَأَقَامَ وَاسْتَقَامَ، ثُمَّ اسْتُخْلِفَ عُمَرُ رَحْمَةُ اللّٰهِ، عَلٰى عُمَرَ، فَأَقَامَ وَاسْتَقَامَ، حَتّٰى ضَرَبَ الدِّيْنُ بِجِرَانِهٖ (مسند احمد، رقم الحديث ۹۲۱، باسناد صحيح)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں امارت (وخلیفہ) کے سلسلے میں کوئی وصیت نہیں فرمائی تھی جس پر ہم عمل کرتے، بلکہ یہ تو ایک چیز تھی جس کو ہم نے خود سے تجویز کرلیا تھی، پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے، ان پر اللہ کی رحمت ہو، وہ قائم رہے اور قائم کرگئے، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے، عمر پر بھی اللہ کی رحمتیں نازل ہوں، وہ قائم رہے اور قائم کرگئے، یہاں تک کہ دین نے اپنی گردن جھکادی (یعنی دین خوب بھاری ومضبوط ہوگیا) (مسند احمد)

معلوم ہوا کہ اپنی طرف سے حکمران کو منتخب کرنا چاہئے، لیکن اس کے منتخب کرنے کا کوئی متعین طریقہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز نہیں فرمایا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهٗ سَمِعَ خُطْبَةَ عُمَرَ الْآخِرَةَ حِيْنَ جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ، وَذٰلِكَ الْغَدَ مِنْ يَوْمٍ تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَشَهَّدَ وَأَبُوْ بَكْرٍ صَامِتٌ لَا يَتَكَلَّمُ، قَالَ: كُنْتُ أَرْجُوْ أَنْ يَّعِيْشَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى يَدْبُرَنَا،

يُرِيدُ بِذٰلِكَ أَنْ يَكُونَ آخِرَهُمْ، فَإِنْ يَكُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ، فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ جَعَلَ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ نُورًا تَهْتَدُونَ بِهٖ، هَدَى اللّٰهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ صَاحِبُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثَانِيَ اثْنَيْنِ، فَإِنَّهُ أَوْلَى الْمُسْلِمِينَ بِأُمُورِكُمْ، فَقُومُوا فَبَايِعُوهُ، وَكَانَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ قَدْ بَايَعُوهُ قَبْلَ ذٰلِكَ فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ، وَكَانَتْ بَيْعَةُ الْعَامَّةِ عَلَى الْمِنْبَرِ قَالَ الزُّهْرِيُّ: عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، سَمِعْتُ عُمَرَ يَقُولُ لِأَبِي بَكْرٍ يَوْمَئِذٍ: اِصْعَدِ الْمِنْبَرَ، فَلَمْ يَزَلْ بِهٖ حَتّٰى صَعِدَ الْمِنْبَرَ، فَبَايَعَهُ النَّاسُ عَامَّةً (بخاری، رقم الحدیث ۷۲۱۹)

ترجمہ: انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا آخری خطبہ سنا جب کہ وہ منبر پر بیٹھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا دوسرا دن تھا، انہوں نے خطبہ پڑھا اور حضرت ابوبکر خاموش بیٹھے ہوئے تھے، کچھ نہیں بول رہے تھے، انہوں نے کہا کہ میں امید کرتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ رہیں گے، یہاں تک کہ ہمارے بعد انتقال فرمائیں گے، پھر اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرما گئے تو اللہ نے تمہارے سامنے نور (یعنی قرآن مجید) کو مقرر کر دیا ہے، جس کے ذریعے تم ہدایت پاتے ہو، جس سے اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت بخشی، بے شک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، جو غار میں بھی آپ کے دوسرے ساتھی تھے، اور وہی مسلمانوں میں تمہارے امور کے والی (وحاکم) ہونے کے زیادہ مستحق ہیں، اس لئے اٹھو اور ان کی بیعت کرو، ان میں سے ایک جماعت اس سے پہلے سقیفہ بنی ساعدہ ہی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کر چکی تھی، اور عام بیعت منبر پر ہوئی، زہری نے حضرت انس بن مالک کا قول نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس دن سنا، وہ حضرت ابوبکر سے کہتے رہے کہ منبر پر چڑھیے اور برابر کہتے رہے، یہاں تک کہ وہ منبر پر چڑھے اور عام لوگوں نے آپ کی (خلافت وحکومت کی) بیعت کی (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ حکومت وخلافت کے لئے بیعتِ عام ہونی چاہئے، اور ایسے شخص کو حکومت کے لئے مقرر کرنا چاہئے کہ جو لوگوں کے معاملات کو بہتر طریقہ پر انجام دے سکے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

مَنْ بَايَعَ رَجُلًا عَنْ غَيْرِ مَشُورَةٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ فَلَا يُبَايَعُ هُوَ وَلَا الَّذِي بَايَعَهُ (بخاری، رقم الحدیث ۶۸۳۰)

ترجمہ: جس نے مسلمانوں کے مشورے کے بغیر کسی سے (حکومت کے لئے) بیعت کی، تو اس کی پیروی نہیں کی جائے گی، اور نہ اس کی پیروی کی جائے گی، جس نے اس کی بیعت کی (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ حکمرانی کے لئے باہمی مشورہ سے بیعتِ عام ہونی چاہیے، جس سے مراد یہ ہے کہ کثرت سے لوگ بیعت کریں، اور اس بیعت کو سیاسی بیعت کہا جاتا ہے۔

یا پھر پہلے سے موجود حکمران اپنے بعد کسی معتبر شخص کو دیانت و ذمہ دارانہ طریقہ پر مقرر و تجویز کر دے، جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مقرر و تجویز کیا تھا۔

اور اگر دیانت دار و ذمہ دار کچھ لوگوں کی شوریٰ مقرر کر دی جائے، اور پھر یہ شوریٰ دیانت دارانہ و ذمہ دارانہ طریقہ پر حکمران کا انتخاب کرے (جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد حکمران کے انتخاب کے لئے کیا تھا) تو بھی جائز ہے۔

اور اگر حکومت کے انتخاب کے لئے اس کے علاوہ کوئی اور مناسب طریقہ تجویز کیا جائے، جس پر اتفاق ہو جائے اور شریعت کے اصولوں کی خلاف ورزی لازم نہ آئے، تو بھی جائز ہے، کیونکہ شریعت نے حکومت کے انتخاب کا کوئی ایک مخصوص طریقہ مقرر نہیں کیا، اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ شریعت کے پیشِ نظر اصل مقصود، انتشار و افتراق کو ختم کر کے کسی حکومت و حکمران پر عمومی اتفاق کا حاصل ہو جانا ہے۔

پھر حکمران سے سیاسی بیعت میں سب لوگوں کا ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت کرنا ضروری نہیں ہے، بلکہ کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنا کافی ہے، جس سے جبر و اکراہ کے بغیر کسی کی حکمرانی پر رضامندی ظاہر ہو جائے۔

اور اگر سب لوگ تو بیعت نہ کریں، مثلاً کچھ لوگ کسی عذر سے پیچھے رہ جائیں، مگر دوسرے ذمہ دار اور اصحابِ رائے بیعت کر لیں، تب بھی یہ بیعت معتبر ہو جاتی ہے۔

حکومت کے کسی عہدہ کی ذمہ داری کیونکہ بہت نازک کام ہے، اس لئے شریعت نے بغیر سوچے سمجھے اور بغیر صلاحیت کے اس عہدہ پر فائز ہونے کو پسند نہیں کیا، اور اس سے حتی الامکان بچنے میں ہی عافیت بتلائی ہے۔

البتہ اگر کسی میں اس کی اہلیت و صلاحیت ہو، اور امانت و دیانت کے ساتھ اس ذمہ داری سے عہدہ برآ

ہونے کی اُمید ہو، تو پھر اس عہدہ کو سنبھالنے میں گناہ بھی نہیں۔

اس کے بعد سمجھنا چاہئے کہ حکومتی ذمہ داری و منصب (بلکہ کسی بھی اجتماعی کام کی انجام دہی) ونمائندگی کے لیے جو شخص بطور اُمیدوار کھڑا ہوتا ہے، وہ گویا کہ اس کام کے سلسلہ میں عوام کے سامنے یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ اس منصب وعہدہ کی اہلیت وصلاحیت رکھتا ہے، اور وہ اس کام کو دیانت وامانت داری کے ساتھ ادا کرے گا۔

لہٰذا اگر وہ اپنے دعویٰ میں سچا ہے، تو ٹھیک، ورنہ وہ جھوٹا مدعی اور خائن کہلائے جانے کا مستحق ہوگا۔

جیسا کہ آج کل بہت سے نااہل اور غیر دیانت دار سیاست کے میدان میں امیدوار بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں، اور اوپر سے جھوٹ اور غلط بیانی کر کے اپنے آپ کو اہل اور امانت دار بھی ظاہر کرتے ہیں، اور اسی کے ساتھ اپنے مدمقابل پر طرح طرح کی الزام تراشیاں بھی کرتے ہیں، امیدوار کو اس طرزِ عمل سے بچنا چاہئے۔

وہ الگ بات ہے کہ اگر اس طرح جھوٹ اور غلط بیانی کا ارتکاب کر کے کوئی امیدوار منتخب ہوگیا، تو اُصولی درجہ میں یہ حکمران کہلائے گا، مگر اپنے نااہل اور جھوٹے ہونے کا پورا پورا وبال بھی پائے گا۔

آج کل بہت سے ملکوں میں حکمرانوں کا انتخاب عوام کے ووٹوں کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔

اس لئے ووٹ کی شرعی حیثیت کا معلوم ہونا ضروری ہے۔

بعض ملکوں میں ووٹ کی شکل میں انتخاب کا جو طریقہ رائج ہے، اس میں ووٹ شرعی اعتبار سے کئی حیثیتیں رکھتا ہے، اس کی ایک حیثیت شہادت وگواہی کی ہے، دوسری حیثیت سفارش یا شفاعت کی ہے، اور تیسری حیثیت مشترکہ حقوق میں وکالت کی ہے۔

اور ووٹ کی ایک چوتھی حیثیت مشورہ کی اور پانچویں حیثیت سیاسی بیعت کی ہے۔

(۱)...... ووٹ کی ایک حیثیت گواہی کی ہے، اور جس طرح غلط گواہی دینا گناہ ہے، اسی طرح گواہی کو چھپانا بھی گناہ ہے۔ لہٰذا ووٹ کا غلط وناجائز استعمال یا اس کا اہل کے حق میں استعمال نہ کرنا شرعاً جائز نہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے گواہی چھپانے سے منع فرمادیا ہے، اور اللہ کے لئے سچی گواہی کو قائم کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَإِنَّـهُ آثِمٌ قَلْبُهُ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ (سورة

البقرة، آیة ۲۸۳)

ترجمہ: اور تم گواہی کو نہ چھپاؤ، اور جو گواہی کو چھپائے گا، تو اس کا دل گناہ گار ہوگا؛ اور اللہ تمہارے اعمال کو خوب جانتا ہے (سورہ بقرہ)

اور قرآن مجید میں ہی ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ذٰلِكُمْ يُوعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ (سورة الطلاق، رقم الآية ۲)

ترجمہ: اور تم گواہی کو اللہ کے لئے قائم کرو؛ اللہ اس کی نصیحت کرتا ہے، اُن لوگوں کو جو اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں (سورہ طلاق)

معلوم ہوا کہ گواہی کو اللہ کے لئے قائم کرنا چاہئے، لہٰذا ووٹ کی شکل میں گواہی دینے کی صورت میں بھی گواہی کو اللہ کے لئے قائم کرنا ضروری ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الكَبَائِرِ، قَالَ: اَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ (بخاری، رقم الحديث ۲۶۵۳)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کبیرہ گناہوں کے بارے میں سوال کیا گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا، اور والدین کی نافرمانی کرنا، اور کسی جان کو (ناحق) قتل کرنا، اور جھوٹی (وناحق) گواہی دینا (بخاری)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ قُلْنَا: بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: اَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ، وَكَانَ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ فَقَالَ: أَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ، وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ، أَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ، وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ فَمَا زَالَ يَقُوْلُهَا، حَتّٰى قُلْتُ: لَا يَسْكُتُ (بخاری، رقم الحديث ۵۹۷۶)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں اکبر الکبائر (یعنی کبیرہ ترین گناہوں) کی خبر نہ دے دوں؟ ہم نے عرض کیا کہ ضرور اے اللہ کے رسول! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا، اور والدین کی نافرمانی کرنا، اور آپ ٹیک

لگا کر بیٹھے ہوئے تھے (اس کے بعد) آپ (نے اپنی کمر کو ٹیک سے ہٹایا اور) بیٹھ گئے، پھر فرمایا کہ خبردار ہوجاؤ اور (ایک بدترین کبیرہ گناہ) جھوٹی بات ہے اور جھوٹی گواہی ہے، خبردار ہوجاؤ اور (ایک بدترین گناہ) جھوٹی بات ہے، اور جھوٹی گواہی ہے، آپ یہ بات بار بار دوہراتے رہے، یہاں تک کہ میں نے (اپنے دل میں اس بات سے خوف زدہ ہوکر) کہا کہ آپ خاموش نہیں ہوں گے (بخاری)

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ الشُّهَدَاءِ الَّذِيْ يَأْتِي بِشَهَادَتِهِ قَبْلَ أَنْ يُسْأَلَهَا (مسلم، رقم الحديث ۱۷۱۹ "۱۹")

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں بہترین گواہوں کی خبر نہ دوں، وہ ہے کہ جو گواہی کے طلب کرنے سے پہلے ہی گواہی دے دے (مسلم)

اس حدیث کے پیشِ نظر ووٹ کا حق کسی کے مطالبہ کے بغیر ٹھیک ٹھیک استعمال کر کے اپنی گواہی سے سبکدوش ہوجانا بہترین گواہی میں داخل ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

أَنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ تَسْلِيْمَ الْخَاصَّةِ، وَفُشُوَّ التِّجَارَةِ، حَتّٰى تُعِيْنَ الْمَرْأَةُ زَوْجَهَا عَلَى التِّجَارَةِ، وَقَطْعَ الْأَرْحَامِ، وَشَهَادَةَ الزُّوْرِ، وَكِتْمَانَ شَهَادَةِ الْحَقِّ، وَظُهُوْرَ الْقَلَمِ (مسند احمد، رقم الحديث ۳۸۷۰، باسناد حسن)

ترجمہ: قیامت کے قریب خاص خاص لوگوں کو سلام کیا جائے گا، اور تجارت بہت پھیل جائے گی، یہاں تک کہ عورت اپنے شوہر کی تجارت میں مدد کرے گی، اور قطع رحمی ہوگی، اور جھوٹی گواہی عام ہوگی، اور حق بات کی گواہی کو چھپانا عام ہوگا، اور قلم عام ہوجائے گا (مسند احمد)

قیامت کی ان نشانیوں میں نااہل لوگوں کے حق میں ووٹ کی شکل میں گواہی دینا اور ووٹ کا حق استعمال نہ کر کے گواہی کو چھپالینا بھی داخل ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

أُوْصِيْكُمْ بِأَصْحَابِيْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ يَفْشُو الْكَذِبُ

حَتّٰی یَحْلِفَ الرَّجُلُ وَلَا یُسْتَحْلَفُ، وَیَشْهَدَ الشَّاهِدُ وَلَا یُسْتَشْهَدُ (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۲۱۶۵)

ترجمہ: میں تم لوگوں کو اپنے صحابہ کی اطاعت کی وصیت کرتا ہوں پھر ان کے بعد آنے والوں (یعنی صحابہ کے شاگرد تابعین) کی اور پھر ان سے متصل آنے والوں (یعنی تبع تابعین) کی، اس کے بعد جھوٹ رواج پکڑ جائے گا یہاں تک کہ قسم لئے بغیر آدمی قسم کھائے گا، اور بغیر گواہی طلب کئے گواہی دے گا (ترمذی)

اس میں وہ لوگ بھی شامل ہیں، جو جعلی ووٹ ڈال کر کسی نمائندہ وامیدوار کے حق میں گواہی دیتے ہیں، کیونکہ جس کو ووٹ ڈالنے کا حق نہیں، یا وہ اپنا حق استعمال کر چکا ہے، تو اس کا ووٹ ڈالنا یا بالفاظِ دیگر گواہی دینا بغیر مطالبہ کے ہے، اور اس کے ساتھ غلط بیانی کے گناہ پر بھی مشتمل ہے۔

خلاصہ یہ کہ ووٹ کی ایک حیثیت شہادت اور گواہی کی ہے، جس کا چھپانا اور استعمال نہ کرنا بھی گناہ ہے، اور اس میں خیانت کرنا بھی گناہ ہے۔

(۲)...... ووٹ کی دوسری حیثیت شفاعت یا سفارش کی ہے، اور شفاعت یا سفارش جہاں ایک طرف اہل اور دیانت وامانت دار کے حق میں باعثِ اجروثواب ہے، اسی کے ساتھ نااہل غیر دیانت دار وغیر امانت دار کے حق میں باعثِ وبال ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً یَّكُنْ لَّهٗ نَصِیْبٌ مِّنْهَا وَمَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَیِّئَةً یَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا (سورة النسآء، رقم الآیة ۸۵)

ترجمہ: جو شخص اچھی سفارش کرے گا، تو اس کو اچھی سفارش کا حصہ (یعنی اجروثواب) ملے گا، اور جو شخص بُری سفارش کرے گا، تو اس کو اس بُری سفارش کا وبال ہوگا (سورہ نساء)

اس سے معلوم ہوا کہ جس درجہ کی سفارش ہوتی ہے، اسی درجہ کے اعتبار سے اس پر ثواب یا گناہ بھی مرتب ہوتا ہے، اور ملک کے لئے نمائندہ منتخب کرنے کی سفارش ایک بڑے درجہ کی سفارش ہے کہ اس سے بہت سے لوگوں کا حق وابستہ ہوتا ہے، لہٰذا اس کی اہمیت بھی زیادہ ہے، اور اہلیت ودیانت رکھنے والے شخص کے حق میں ووٹ کا استعمال عظیم اجروثواب کا باعث، اور نااہل وخائن کے حق میں اس کا استعمال بڑے وبال

کا باعث ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِشْفَعُوْا وَلْتُؤْجَرُوْا، وَلْيَقْضِ اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ مَا شَاءَ (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۲۶۷۲)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم شفاعت کرو، تمہیں اجروثواب عطا کیا جائے گا، اور اللہ اپنے نبی کی زبان پر جو چاہے فیصلہ فرمائے گا (ترمذی)

معلوم ہوا کہ فیصلہ خواہ کوئی بھی ہو، لیکن اچھی سفارش کا اجروثواب بہرحال حاصل ہوجاتا ہے، لہٰذا اگر کسی نے اپنے نزدیک اہل یا دوسرے امیدواروں کے مقابلہ میں بہتر شخص کے حق میں ووٹ کا استعمال کرلیا، تو اس کا اجروثواب ضرور حاصل ہوگا، خواہ اس کا سفارش کردہ نمائندہ منتخب نہ ہو۔

خلاصہ یہ کہ ووٹ کی ایک حیثیت سفارش یا شفاعت کی ہے، لہٰذا ووٹ کا خوب سوچ سمجھ کر امانت ودیانت کے ساتھ استعمال کرنا عظیم اجروثواب کا باعث اور اس کے خلاف کرنا گناہ اور وبال کا باعث ہے۔

(۳)...... ووٹ کی ایک حیثیت وکالت اور نمائندگی کی ہے کہ ووٹ دینے والا شخص اپنے امیدوار کو ملک کے اجتماعی معاملات کا وکیل اور نمائندہ تجویز کرتا ہے، اور اجتماعی معاملات میں کسی کو وکیل ونمائندہ تجویز کرنا انتہائی نازک ذمہ داری کا کام ہے، کیونکہ منتخب ہونے کے بعد نمائندہ اور وکیل ہونے کی حیثیت سے اس کے کاموں کی ذمہ داری ونسبت اس کو ووٹ دینے والی کی طرف بھی عائد ہوگی۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَعَانَ عَلٰى خُصُوْمَةٍ بِظُلْمٍ، أَوْ يُعِيْنُ عَلٰى ظُلْمٍ، لَمْ يَزَلْ فِيْ سَخَطِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْزِعَ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ۲۳۲۰)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کسی معاملہ کی ظلم کے ساتھ اعانت (ومدد) کی، یا کسی ظلم پر اعانت (ومدد) کی، تو وہ برابر اللہ کی ناراضگی میں رہے گا، یہاں تک کہ اس سے الگ نہ ہوجائے (ابن ماجہ)

ظالم اور نااہل شخص کے حق میں ووٹ ڈال کر اس کی وکالت کرنا بھی ظلم پر اعانت ومدد کرنے میں داخل ہے، جس کے نتیجہ میں جب تک وہ حکمران، حکمرانی کے منصب پر موجود رہے گا، اس وقت تک اس کے حق

میں ووٹ استعمال کر کے اعانت ومدد کرنے والا شخص بھی برابر اللہ کی ناراضگی میں رہے گا۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنِ اسْتَعْمَلَ عَامِلًا عَلٰی قَوْمٍ وَفِیْ تِلْکَ الْعِصَابَۃِ مَنْ ھُوَ أَرْضَی اللّٰہَ مِنْہُ فَقَدْ خَانَ اللّٰہَ وَخَانَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَخَانَ جَمِیْعَ الْمُسْلِمِیْنَ (السنۃ لابنِ ابی عاصم، رقم الحدیث ۱۴۶۲، المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۱۱۲۱۶)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی قوم کا حاکم مقرر کیا، اور اُس جماعت میں اُس آدمی سے زیادہ اللہ کا پسندیدہ بندہ تھا، تو اس نے اللہ کے ساتھ خیانت کی، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی خیانت کی، اور تمام مسلمانوں کے ساتھ بھی خیانت کی (ابن ابی عاصم، طبرانی)

اس سے معلوم ہوا کہ بہتر امیدوار کے مقابلہ میں بدتر امیدوار کو ووٹ دے کر حکومتی معاملات کا نمائندہ مقرر کرنا اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں، سب کے ساتھ اجتماعی خیانت ہے۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

أَلَا إِنَّــہٗ سَیَــکُـوْنُ بَـعْـدِیْ أُمَـرَاءُ یَکْذِبُوْنَ وَیَظْلِمُوْنَ، فَمَنْ صَدَّقَھُمْ بِکَذِبِھِمْ، وَمَالَأَھُمْ عَلٰی ظُلْمِھِمْ، فَلَیْسَ مِنِّیْ، وَلَا أَنَا مِنْہُ، وَمَنْ لَمْ یُصَدِّقْھُمْ بِکَذِبِھِمْ، وَلَمْ یُمَالِئْھُمْ عَلٰی ظُلْمِھِمْ، فَھُوَ مِنِّیْ، وَأَنَا مِنْہُ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۸۳۵۳)

ترجمہ: عنقریب میرے بعد ایسے حکمران ہوں گے، جو جھوٹ بولیں گے، اور ظلم کریں گے، پس جس نے اُن کے جھوٹ کی تصدیق کی اور اُن کے ظلم پر مدد کی، تو اُس کا مجھ سے تعلق نہیں اور میرا اُس سے تعلق نہیں، اور جس نے اُن کے جُھوٹ کی تصدیق نہیں کی اور نہ ہی اُن کے ظلم پر اُن کی مدد کی، تو وہ میرے سے تعلق رکھتا ہے، اور میں اُس سے تعلق رکھتا ہوں (مسند احمد)

اور جھوٹے اور ظالم لوگوں کو ووٹ دینا ان کی جھوٹ اور ظلم پر مدد میں داخل ہے، جو سخت وعید کی بات ہے۔

خلاصہ یہ کہ ووٹ کی ایک حیثیت وکالت کی ہے، لہٰذا ووٹ کا خوب سوچ سمجھ کر امانت ودیانت کے ساتھ استعمال کرنا ضروری ہے۔

(۴)...... ووٹ کی ایک حیثیت مشورہ کی ہے کہ ووٹ ڈالنے یا ووٹ دینے والے سے امیرِ مملکت یا عارضی حکومت کی طرف سے مشورہ طلب کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے نزدیک اس منصب کی صلاحیت رکھنے والے دیانت دار شخص کی نشاندہی کرے، اور مشورہ دینے والے کے ذمہ ٹھیک ٹھیک مشورہ دینا ضروری ہے، اور اس میں خیانت کرنا گناہ ہے۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ (ترمذی، رقم الحدیث ۲۸۲۲)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امانت دار ہے (ترمذی)

یہ حدیث اور بھی کئی سندوں سے مروی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جس انسان سے مشورہ طلب کیا جائے، اس کے پاس مشورہ کی بہتر بات امانت ہوتی ہے، جس کو صحیح صحیح ادا کرنا ضروری ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَمَنْ أَشَارَ عَلٰی أَخِیْہِ بِأَمْرٍ یَعْلَمُ أَنَّ الرُّشْدَ فِیْ غَیْرِہٖ فَقَدْ خَانَہٗ (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۳۵۰، واللفظ لہٗ؛ ابوداؤد، رقم الحدیث ۳۶۵۷)

ترجمہ: اور جس نے اپنے (مسلمان) بھائی کو کسی کام کے متعلق ایسا مشورہ دیا کہ جس کو وہ سمجھتا ہے کہ مشورہ لینے والے کی بہتری دوسری رائے میں تھی (جو اس نے پیش نہیں کی) تو اس نے اپنے (مسلمان) بھائی کے ساتھ خیانت کی (حاکم؛ ابوداؤد وغیرہ)

جب کسی ایک شخص کو غلط مشورہ دینا بھی خیانت ہے، تو ووٹ کی شکل میں جو مشورہ ملک کے تمام باشندوں کے لئے اجتماعی نوعیت کا دیا جارہا ہے، اس میں غلط مشورہ دینا ملک کے تمام باشندوں کے ساتھ خیانت کہلائے گی، اور اس کا جرم اور وبال بہت شدید ہوگا۔

تفصیل کے لئے ہماری دوسری کتاب ’’مشورہ اور استخارہ کے فضائل واحکام‘‘ ملاحظہ فرمائیں۔

خلاصہ یہ کہ ووٹ کی ایک حیثیت مشورہ کی ہے، لہٰذا دوسرے امیدواروں کے مقابلہ میں بدتر امیدوار کے حق میں ووٹ دینا غلط رائے دینے کے گناہ میں بھی داخل ہے۔

(۵)...... ووٹ کی ایک حیثیت سیاسی بیعت کی ہے، صحابۂ کرام اور خیر القرون کے دور میں حکمران کے انتخاب کے لئے بیعت ہوا جاتا تھا، جس کو سیاسی بیعت کہا جاتا ہے، اور بیعت کے لئے ہاتھ پر ہاتھ رکھنا ضروری نہیں، بلکہ غائبانہ اور تحریری بیعت بھی جائز ہے، جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ موجودہ دور میں ہر شخص کو حکمران سے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت ہونا ممکن نہیں، اور مستقل تحریر لکھ کر ارسال کرنا بھی ممکن نہیں، اس لئے موجودہ دور میں اس کی آسان صورت ووٹ کی شکل میں میسر ہے۔ لہٰذا ووٹ کو سیاسی بیعت کی حیثیت بھی حاصل ہے، اور اس حیثیت سے اس کے وجود کو بدعت و ناجائز نہیں کہا جاسکتا۔

گزشتہ تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ ووٹ کی کئی شرعی حیثیتیں ہیں، لہٰذا اس میں غفلت یا کسی قسم کی بدعنوانی اختیار کرنا قانوناً اور اخلاقاً ناجائز اور ممنوع ہونے کے ساتھ ساتھ شرعاً بھی جائز نہیں، اور آخرت کے گناہ کے علاوہ دنیا کے اعتبار سے بھی انتہائی نقصان دہ ہے۔

مگر آج کل بہت سے لوگوں کے نزدیک ووٹ کے صحیح یا غلط استعمال بلکہ سرے سے ووٹ کے استعمال ہی کی کوئی اہمیت نہیں، اس لئے وہ یا تو ووٹ کو استعمال کرنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے، اور جب استعمال کی ضرورت نہیں سمجھتے، تو اپنے ووٹ بنوانے یا اپنا نام ووٹر لسٹوں میں شامل کروانے کی کیا ضرورت سمجھیں گے، پھر اگر کسی طرح ان کے ووٹ تیار ہو جاتے ہیں، اور پھر اس کے بعد انتخابات کے موقع پر کسی کے کہنے سننے یا کسی اور وجہ سے ووٹ کے استعمال پر آمادہ بھی ہو جاتے ہیں، تو اس کو دنیا کی ایک رسم سمجھ کر بغیر سوچے سمجھے اور بغیر مشورہ کئے کسی بھی امیدوار کے حق میں استعمال کر لینے کو کوئی عیب نہیں سمجھتے۔

حالانکہ یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ ووٹ کی ایک حیثیت گواہی کی ہے، اور گواہی کے بارے میں شریعت کا حکم یہ ہے کہ ضرورت کے موقع پر اسے چھپانا اور ظاہر نہ کرنا گناہ ہے، اور ووٹ نہ دینا ظاہر ہے کہ اس گواہی کو چھپانا اور ظاہر نہ کرنا ہے، اس لئے ووٹ نہ دینا بھی گناہ ہوا، اور ووٹ کا غلط استعمال بھی گناہ ہوا۔

مرد حضرات کے علاوہ عورتوں کو بھی باپردہ طریقہ پر رہتے ہوئے اہل شخص کے حق میں اپنے ووٹ کو استعمال کرنا چاہیے۔

خلاصہ یہ کہ موجودہ ووٹوں کا نظام جس کے تحت منتخب ہو کر وزراء اور حکمران آتے ہیں، اور ایک مدت ملک میں حکمرانی کرتے ہیں، اس میں ووٹ کا صحیح استعمال ایک اہم ذمہ داری ہے، جس کا صحیح مصرف میں

استعمال ضروری اوراس کے غلط استعمال نیز اس کو ضائع کرنے سے بچانا لازم ہے اوراس کو ایک دنیاوی معاملہ سمجھ کراس بارے میں کوتاہی برتنا سخت گناہ اور سنگین جرم ہے جس کے نتائج ملک وملت اور آخرت کے علاوہ دنیا کے اعتبار سے بھی تباہ کن ہیں۔

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب ووٹ کا صحیح استعمال ضروری ہے تو ووٹ کیسے شخص کو دیا جائے؟ تو ووٹ ایسے عاقل بالغ شخص کو دینا چاہئے جو حکومت کے معاملہ کو امانت، دیانت کے ساتھ چلانے کی صلاحیت رکھتا ہو، مسلمانوں کا ہمدرد و خیر خواہ ہو، اور اگر کوئی مسلمان ملک یا مسلمان نمائندہ ہو، تو اس کو ہی ووٹ دینا چاہئے، اور اگر ان صفات کے حامل ایک سے زیادہ امیدوار ہوں تو پھر دینداری اور علمِ دین میں جس کو برتری حاصل ہو، اس کو ووٹ دینا چاہئے۔ اور ووٹ کا حق استعمال کرنے سے پہلے سمجھدار اور صاحبِ رائے و خیر خواہ لوگوں سے مشورہ بھی کر لینا چاہئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ:

أَ لا وَإِنَّهُ بَلَغَنِیْ أَنَّ فُلانًا قَالَ لَوْ قَدْ مَاتَ عُمَرُ بَايَعْتُ فُلانًا فَمَنْ بَايَعَ امْرَأً مِّنْ غَيْرِ مَشُورَةٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَإِنَّهُ لا بَيْعَةَ لَهُ وَلا لِلَّذِیْ بَايَعَهُ (صحیح ابنِ حبان، رقم الحدیث ۴۱۳، باسناد صحیح)

ترجمہ: خبردار مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ فلاں نے یہ کہا ہے کہ اگر عمر فوت ہو گئے تو میں فلاں سے بیعت ہوں گا، جو شخص مسلمانوں کے مشورے کے بغیر کسی شخص کی بیعت کرے گا اس کی بیعت کا کوئی اعتبار نہیں، اور نہ ہی وہ اس شخص کے ہاتھ پر صحیح ہوگی جس سے بیعت لی گئی ہے (ابنِ حبان)

البتہ شریعت کی ہدایت یہ ہے کہ کسی امانت و دیانت دار عاقل بالغ مرد کو حکمرانی کے لئے منتخب کیا جائے، اور عورت کو حکمرانی کے لئے منتخب نہ کیا جائے۔

چنانچہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَمَّا بَلَغَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ فَارِسًا مَلَّكُوْا ابْنَةَ كِسْرٰی قَالَ: لَنْ يُّفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا أَمْرَهُمُ امْرَأَةً (بخاری، رقم الحدیث ۷۰۹۹)

ترجمہ: جب نبی ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ فارس کے لوگوں نے کسریٰ کی بیٹی کو بادشاہ بنالیا ہے، تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پاسکتی کہ جس نے حکومت عورت کے سپرد کر دی

(بخاری)

عورت کیونکہ مرد کے مقابلہ میں ناقص رائے کی حامل ہے، نیز حکمرانی کے معاملات میں کثرت سے لوگوں کے ساتھ واسطہ پیش آتا ہے، اور سفر واسفار کی ضرورت پڑتی ہے، جس میں عورت کے لئے فتنہ ہے، اس لئے عورت کے حکمران بننے کو شرعاً پسند نہیں کیا گیا۔

تاہم اگر کوئی مسلمان عورت سربراہِ مملکت بن جائے، تو وہ شرعاً منعقد ہوجاتی ہے، اور اس کی حکومت کے جائز قوانین کی پابندی ضروری ہوجاتی ہے۔

اور مذکورہ حکم، عورت کے سربراہِ مملکت بنانے کے بارے میں ہے، اور اگر خاص خواتین کے حقوق اور ان کے متعلقہ اُمور کے بارے میں عورت کو کوئی نیچے درجہ کا مخصوص عہدہ دیا جائے، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، بشرطیکہ عورت حیاء داری اور پردہ کے اُصولوں کا لحاظ کرے۔

اگر بالفرض کسی جگہ کوئی بھی اہل امیدوار سامنے نہیں تب بھی کم بُرائی والے کو اس نیت سے ووٹ دینا تاکہ زیادہ بُرائی والے کا زور توڑا جاسکے، انتخاب کا ایک کم سے کم شرعی معیار ہے۔ اس لیے ایسی صورت میں بھی ووٹ کا استعمال اپنی قبر وآخرت کو سامنے رکھ کر حاضرین میں سے کم شَر والے کے لیے ہونا چاہیے، اور اگر خیر وشَر کا مقابلہ ہو تو بہرحال خیر کو شریر پر ترجیح ہوا ہی کرتی ہے، جس کی مزید تفصیل آگے آتی ہے۔

انتخابات اور ووٹ کے سلسلہ میں ایک بات یہ بہت اہم ہے کہ جب جماعتی انتخابات ہو رہے ہوں تو شخصی وذاتی کردار سے زیادہ جماعت کا منشور زیادہ اہمیت وتوجہ کا حامل ہوتا ہے۔

اور اس کے مقابلہ میں آزاد امیدوار کی اتنی اہمیت نہیں ہوتی، کیونکہ وہ کسی قانونی یا غیر قانونی اعتبار سے اس چیز کا پابند نہیں ہوتا کہ وہ اپنے ذاتی مفادات واغراض کو دیکھتے ہوئے کسی غلط جماعت کے ساتھ شامل نہ ہوسکے، اس لئے عموماً آزاد امیدوار منتخب ہوکر اپنے مفادات کی خاطر بہتر منشور والی جماعت کے مدمقابل جماعت کے ساتھ شامل ہوکر بہتر منشور والی جماعت کے نقصان کا باعث ہوسکتا ہے، اور ماضی میں کثرت سے ایسا ہوتا بھی رہا ہے۔

لہٰذا بہتر منشور کی جماعت کے ہوتے ہوئے آزاد امیدوار کو ووٹ دینا ایک طرح سے بہتر منشور والی جماعت کو نقصان پہنچانے کے مترادف ہے، جس سے عام حالات میں بچنا چاہئے۔

(ماخوذ از ''سیاست وحکومت اور ووٹ'' مطبوعہ: ادارہ غفران، راولپنڈی)

کیا آپ جانتے ہیں؟

مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

سونے کے آداب (قسط۳)

سوتے وقت آگ بجھانا، برتن ڈھانکنا، دروازے بند کردینا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: لاَ تَتْرُکُوا النَّارَ فِیْ بُیُوْتِکُمْ حِیْنَ تَنَامُوْنَ

(بخاری، رقم الحدیث ۶۲۹۳)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم سونے لگو تو اپنے گھروں میں آگ (جلتی) نہ رہنے دو (بخاری)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اِحْتَرَقَ بَیْتٌ بِالْمَدِیْنَۃِ عَلٰی أَھْلِہٖ مِنَ اللَّیْلِ، فَحُدِّثَ بِشَأْنِہِمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنَّ ھٰذِہِ النَّارَ إِنَّمَا ھِیَ عَدُوٌّ لَکُمْ، فَإِذَا نِمْتُمْ فَأَطْفِئُوْھَا عَنْکُمْ

(بخاری، رقم الحدیث ۶۲۹۴)

ترجمہ: مدینہ کا ایک گھر رات کے وقت لوگوں سمیت جل گیا، ان لوگوں کا واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ آگ تمہاری دشمن (یعنی ہلاکت کا سبب) ہے، اس لئے جب تم سونے لگو تو اس کو بجھا دیا کرو (بخاری)

سونے سے پہلے آگ بجھانے میں یہ بھی داخل ہے کہ آگ والی چیزوں کو بند کردیا جائے، مثلاً چولہا، ہیٹر، استری وغیرہ، کیونکہ ان چیزوں سے بھی جلنے اور ہلاک ہونے کے واقعات وجود میں آتے ہیں، اور یہ چیزیں بھی جدید دور کی آگ میں داخل ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: إِذَا کَانَ جُنْحُ اللَّیْلِ أَوْ أَمْسَیْتُمْ فَکُفُّوْا

صِبْيَانَكُمْ فَإِنَّ الشَّيَاطِيْنَ تَنْتَشِرُ حِيْنَئِذٍ فَإِذَا ذَهَبَ سَاعَةٌ مِّنَ اللَّيْلِ فَحُلُّوْهُمْ فَأَغْلِقُوْا الْأَبْوَابَ وَاذْكُرُوْا اسْمَ اللهِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَفْتَحُ بَابًا مُغْلَقًا وَأَوْكُوْا قِرَبَكُمْ وَاذْكُرُوْا اسْمَ اللهِ وَخَمِّرُوْا آنِيَتَكُمْ وَاذْكُرُوْا اسْمَ اللهِ وَلَوْ أَنْ تَعْرُضُوْا عَلَيْهَا شَيْئًا وَأَطْفِئُوْا مَصَابِيْحَكُمْ (بخاری) [۱]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رات داخل ہوجائے، یا شام ہوجائے (یعنی سورج غروب ہوجائے) تو تم اپنے بچوں کو (باہر جانے سے) روکو، کیونکہ اس وقت شیاطین نکل کر راستوں میں منتشر ہوجاتے ہیں، پس جب رات کا کچھ حصہ گزر جائے (یعنی سورج غروب ہوکر کچھ وقت گزر جائے، اور عشاء کا وقت قریب آجائے) تب پھر ان بچوں کو باہر جانے دو، اور تم دروازوں کو اللہ کا نام لے کر بند کرلیا کرو، کیونکہ شیطان بند دروازے کو نہیں کھول سکتا، اور اپنے مشکیزوں کے منہ کو اللہ کا نام لے کر باندھ دیا کرو، اور تم اپنے برتنوں کو اللہ کا نام لے کر ڈھک دیا کرو (اور اگر ڈھکنے کی کوئی چیز نہ ہو تو) اگرچہ کوئی چیز ان برتنوں پر چوڑائی کی طرف رکھ دیا کرو، اور اپنے چراغوں کو بجھا دیا کرو (بخاری)

بعض دوسری روایات میں بھی ہے کہ شیطان بند دروازہ، اور ڈھکے ہوئے برتن کو کھول نہیں پاتا، جبکہ ان کو بند کرتے اور ڈھکتے وقت اللہ کا نام لے لیا جائے۔ [۲]

---

[۱] رقم الحديث ۵۶۲۳، كتاب الاشربة، باب تغطية الإناء، دارطوق النجاة، بيروت.

[۲] عَنْ جَابِرٍ قَالَ أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَرْبَعٍ وَنَهَانَا عَنْ خَمْسٍ إِذَا رَقَدْتَ فَأَغْلِقْ بابک وأوک سقاء ک وخمر إناء ک وأطفىء مِصْبَاحَکَ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَفْتَحُ بَابًا وَلَا يَحُلُّ وِكَاءً وَلَا يَكْشِفُ غِطَاءً وَإِنَّ الْفَأْرَةَ الْفُوَيْسِقَةَ تُحْرِقُ عَلَى أَهْلِ الْبَيْتِ بَيْتَهُمْ (ابنِ حبان، رقم الحديث ۱۲۷۳، ذِكْرُ الْبَيَانِ بِأَنَّ هَذَا الْأَمْرَ بِهَذِهِ الْأَشْيَاءِ إِنَّمَا أَمْرٌ بِاسْتِعْمَالِهَا لَيْلًا لَا نَهَارًا)

فی حاشية ابنِ حبان: رجاله ثقات رجال الصحيح.

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -قَالَ يَزِيدُ فِي حَدِيثِهِ :سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ " :- :إِذَا سَمِعْتُمْ نُبَاحَ الْكِلَابِ، وَنُهَاقَ الْحَمِيرِ مِنَ اللَّيْلِ، فَتَعَوَّذُوا بِاللهِ، فَإِنَّهَا تَرَى مَا لَا تَرَوْنَ، وَأَقِلُّوا الْخُرُوجَ إِذَا هَدَأَتِ الرِّجْلُ، فَإِنَّ اللهَ يَبُثُّ فِي لَيْلِهِ مِنْ خَلْقِهِ مَا شَاءَ، وَأَجِيفُوا الْأَبْوَابَ، وَاذْكُرُوا اسْمَ اللهِ عَلَيْهَا، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَفْتَحُ بَابًا أُجِيفَ، وَذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ، وَأَوْكُوا الْأَسْقِيَةَ، وَغَطُّوا الْجِرَارَ، وَأَكْفِئُوا الْآنِيَةَ "، قَالَ يَزِيدُ :وَأَوْكُوا الْقِرَبَ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۴۲۸۳)

فی حاشية مسند احمد: إسناده حسن.

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوئیں، ایک یہ کہ جب سورج غروب ہوجائے تو چھوٹے بچوں کو باہر جانے سے روکنا چاہیے، کیونکہ اس وقت شیاطین راستوں اور گزرگاہوں پر نکل پڑتے ہیں، جن سے بچے متاثر ہوتے ہیں، البتہ ضرورت ومجبوری کی صورت میں سورج غروب ہونے کے کچھ وقت گزرنے کے بعد اور عشاء کا وقت قریب ہونے پر بچوں کو باہر نکالنے میں حرج نہیں۔

اور اس حدیث سے دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ سونے سے پہلے دروازوں کو اللہ کا نام لے کر اچھی طرح بند کردینا چاہیے، کیونکہ اللہ کے نام پر بند کئے ہوئے دروازے کو شیطان کھولنے پر قادر نہیں ہوتا۔

اور اس حدیث سے تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ سونے سے پہلے برتنوں کو اللہ کا نام لے کر ڈھک دینا چاہیے، اور ان کے راستوں کو بند کردینا چاہیے، تاکہ ان میں کوئی مضر چیز داخل نہ ہوسکے، اور اگر کوئی ایسی چیز میسر نہ آسکے، جو پوری طرح برتن کو ڈھک دے، اور اس کے راستہ کو بند کردے، تو اللہ کا نام لے کر کوئی بھی چیز چوڑائی میں برتن پر رکھ دینی چاہیے، اس سے بھی وہ برتن ان شاء اللہ تعالیٰ مضر اشیاء کی دسترس سے محفوظ رہے گا۔

رات کے وقت کھانے پینے کی چیزوں میں شیاطین کے علاوہ جانور بھی آتے ہیں، بلکہ آج کل کی تحقیق کے مطابق اگر کھلا ہوا صاف پانی ہو، تو اس پر زہریلے مچھر آتے ہیں، اور وہ انسان کو کاٹ لیں، تو اس کی جان کی ہلاکت کا بھی سبب بن جاتے ہیں۔

اور اس حدیث سے چوتھی بات یہ معلوم ہوئی کہ سونے سے پہلے چراغ اور آگ کو بجھا دینا چاہیے، کیونکہ اس کی وجہ سے بعض اوقات آگ لگ جاتی ہے، یا سانس کے ساتھ گیس چڑھنے سے نقصان ہوجاتا ہے۔

اس حدیث میں اس قسم کی چیزوں سے حفاظت کا طریقہ بتلادیا گیا۔ [1]

---

[1] (عن جابر -رضی اللہ تعالی عنہ -قال :قال رسول اللہ -صلی اللہ علیہ وسلم :إذا کان جنح اللیل) : بکسر الجیم علی المشہور، وقیل :بضمہا وجنح اللیل بفتح النون أقبل حتی تغیب الشمس، کذا فی سلاح المؤمن، وفی القاموس :الجنح بالکسر من اللیل الطائفة ویضم، وقال بعض شراح المصابیح، وتبعہ الطیبی: جنح اللیل بالفتح والکسر طائفة منہ، وأراد بہ ہنا الطائفة الأولی، وقیل :ظلمتہ وظلامہ، وقیل :أولہ وہو المراد ہنا، بقولہ :(أو أمسیتم) : شک من الراوی (فکفوا صبیانکم) : بضم الکاف وتشدید الفاء أی امنعوہم عن التردد والخروج من البیوت فی ذلک الوقت (فإن الشیطان) : أی الجن (ینتشر) : والمراد بہ الجنس، وفی روایة الحصن " :فإن الشیاطین تنتشر "أی تفترق وتنبث وتختطف (حینئذ، فإذا ذہب ساعة) :قال میرک :وقع عند أکثر رواة البخاری "ذہبت "، وعند الکشمیہنی "ذہب "، وکأنہ ذکرہ باعتبار

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

سونے سے پہلے بستر کو جھاڑ لینا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ : إِذَا أَوٰى أَحَدُكُمْ إِلٰى فِرَاشِهٖ، فَلْيَأْخُذْ دَاخِلَةَ إِزَارِهٖ، فَلْيَنْفُضْ بِهَا فِرَاشَهٗ، وَلْيُسَمِّ اللّٰهَ، فَإِنَّهٗ لَا يَعْلَمُ مَا خَلَفَهٗ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الوقت، أو لأن تأنيث الساعة غير حقيقى .(من الليل) : وفى رواية " :من العشاء "(فخلوهم) : أى اتركوا صبيانكم (وأغلقوا الأبواب) : بفتح الهمزة من الإغلاق .ففى القاموس :غلق الباب يغلقه لثغة أو لغة رديئة فى أغلقه.

(واذكروا اسم الله) : أى حين الإغلاق (فإن الشيطان) : أى جنسه (لا يفتح بابا مغلقا) : أى بابا أغلق مع ذكر الله عليه، يوضحه الحديث الأول من الفصل الثانى فى قوله " :فإن الشيطان لا يفتح بابا إذا أجيف وذكر اسم الله عليه "، كذا ذكره الطيبى، والمعنى أنه لا يقدر على فتحه لأنه غير مأذون فيه، بخلاف ما إذا كان مفتوحا أو مغلقا، لكن لم يذكر اسم الله عليه.

قال ابن الملك :عن بعض الفضلاء أن المراد بالشيطان شيطان الإنس ;لأن غلق الأبواب لا يمنع شياطين الجن، وفيه نظر لأن المراد بالغلق الغلق المذكور فيه اسم الله تعالى، فيجوز أن يكون دخولهم من جميع الجهات ممنوعا ببركة التسمية، وإنما خص الباب بالذكر لسهولة الدخول منه، فإذا منع منه كان المنع من الأصعب بالأولى، ثم رأيت فى الجامع الصغير برواية أحمد عن أبى أمامة مرفوعا " :أجيفوا أبوابكم وأكفوا آنيتكم وأوكوا أسقيتكم وأطفئوا سرجكم ;فإنهم لم يؤذن لهم بالتسور عليكم "(وأوكوا) : بفتح الهمزة وضم الكاف أى شدوا واربطوا (قربكم) : جمع قربة أى رء وسها وأفواهها بالوكاء ، وهو الحبل؟ لئلا يدخله حيوان أو يسقط فيه شىء ، وأما ما ضبطه ابن حجر من كسر الكاف بعدها همزة فمخالف للأصول المعتمدة، بل ولكتب اللغة أيضا فهو مناف للرواية والدراية (واذكروا اسم الله) : أى وفق الإيكاء وربط السقاء بالوكاء (وخمروا) : بفتح معجمة وتشديد ميم أى غطوا (آنيتكم واذكروا اسم الله، ولو أن ترضوا) :بضم الراء أفصح من كسرها (عليه) : أى على الإناء المفهوم من الآنية (شيئا) : والمعنى :ولو أن تضعوا على رأس الإناء شيئا بالعرض من خشب ونحوه، و "أن "مع مدخولها فى تأويل المصدر منصوب المحل، والتقدير ولو كان تخميركم عرضا، ولعل السر فى الاكتفاء بوضع العود عرضا أن تعاطى التغطية، إذ الغرض أن تقترن التغطية بالتسمية فيكون المرض علامة على التسمية فيمتنع الشيطان من الدنو منه.

قال الطيبى رحمه الله :والمذكور بعد "لو "فاعل فعل مقدر، أى ولو ثبت أن تعرضوا عليه شيئا وجواب " لو "محذوف، أى ولو خمرتموها عرضا بشىء نحو العود وغيره، وذكرتم اسم الله عليه لكان كافيا، والمقصود هو ذكر اسم الله تعالى مع كل فعل صيانة عن الشيطان والوباء والحشرات أو الهوام على ما ورد باسم الله الذى لا يضر مع اسمه شىء فى الأرض ولا فى السماء (وأطفئوا) : بهمزة قطع وكسر فاء فهمزة مضمومة (مصابيحكم) : جمع مصباح وهو السراج وفى معناه الشمع المسروج (متفق عليه) . ورواه أحمد والأربعة، وأغرب الجزرى فى الحصن، وأتى بصيغة الجمع إلى قوله :(فخلوهم) ، ثم أفرد الخطاب بقوله :(وأغلق بابک . .إلخ) ، والله أعلم(مرقاة المفاتيح، ج۷ص ۲۷۵۸، ۲۷۵۹،باب تغطية الاوانى)

بَعْدَهُ عَلٰی فِرَاشِہٖ (مسلم، رقم الحدیث ۶۴ ”۴۷۱۴“)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اپنے بستر پر جائے تو اُسے چاہئے کہ اپنی چادر کے اندرونی حصہ سے اپنے بستر کو جھاڑے اور اللہ کا نام لے، کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کی غیر موجودگی میں کونسی چیز اس کے بستر پر آ گئی ہو (مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سونے سے پہلے بستر کو اللہ کا نام لے کر جھاڑ لینا چاہئے، کیونکہ بستر پر کوئی مضر چیز خواہ جانور ہو یا کوئی دوسری چیز ہو، موجود ہوسکتی ہے، اور اگر انسان اسی طرح بستر کو جھاڑے بغیر لیٹ جائے، تو اس چیز سے اپنے آپ کو ضرر و نقصان پہنچ سکتا ہے۔

اور اگر کوئی غیر مضر جانور ہو، تو اس کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔

اور چادر سے جھاڑنے کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ عرب میں چادر اور تہبند استعمال کرنے کا رواج تھا، اور ہر کسی کو جھاڑنے کے لئے کوئی دوسرا کپڑا میسر آنا مشکل تھا، ورنہ اگر کسی اور کپڑے سے جھاڑ لے، تو بھی حرج نہیں، اور چادر یا تہبند کے اندر کے حصہ سے جھاڑنے کی قید اس لئے لگائی گئی، تاکہ اوپر والے حصہ پر کوئی گندگی، میل کچیل اور داغ دھبہ نہ لگ جائے، اور پھر اس کو پہننے اور استعمال کرنے میں دشواری ہو۔ [1]

---

[1] (وعن أبی هريرة قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم -إذا أوى) بالقصر ويمد أى :نزل (أحدكم إلى فراشه) أى :مرقده، وتفسير ابن حجر أوى بجاء لا يلائمه إلى (فلينفض) بضم الفاء أى: فليحرک (فراشه بداخلة إزاره) وهى حاشيته التى تلى الجسد وتماسه، وقيل :هى طرفه مطلقا، وقيل :مما يلى طوقه، وفى القاموس :طرفه الذى على الجسد الأيمن، قيد النفض بإزاره لأن الغالب فى العرب أنه لم يكن لهم ثوب غير ما هو عليهم من إزار ورداء ، وقيد بداخل الإزار ليبقى الخارج نظيفا، ولأن هذا أيسر، ولكشف العورة أقل وأستر، وإنما قال هذا لأن رسم العرب ترک الفراش فى موضعه ليلا ونهارا، ولذا علله وقال :(فإنه) أى :الشأن أو المريد للنوم (لا يدرى ما خلفه) بالفتحات والتخفيف أى :من الهوام والحشرات المؤذيات، أو من الأوساخ والعظام والنجاسات، وقال الطيبى :أى قام مقامه بعده من تراب أو قذاة أو هامة، ثم يحتمل أن تكون استفهامية معلقة بيدرى، أو موصولة (عليه) أى :على الفراش، وقيل :أمره بداخلة الإزار دون خارجته لأن ذلک أبلغ وأجدى وأجدر، وإنما ذلک على جهة الخبر عن فعل الفاعل لأن المؤتزر إذا ائتزر يأخذ أحد طرفى إزاره بيمينه والآخر بشماله فيرد ما أمسكه بشماله على جسده وذلک داخلة الإزار، فإذا صار إلى فراشه فحل بيمينه خارجة الإزار وتبقى الداخلة معلقة وبها يقع النفض، فإن قيل : فلم لا يقدر الأمر فيه على العكس؟ قلنا :لأن تلک الهيئة هى صنيع ذوى الآداب فى عقد الإزار، وروى بصنفة إزاره بكسر النون وهى :جانبه الذى لا هدب له، وهذا موافق لما ذكر لأن ذلک الجانب يجعل داخلة الإزار (ثم يقول) أى :بعد النفض ووضع الجنب كما يدل عليه الرواية الآتية ثم ليضطجع ثم ليقل (باسمک ربى) أى :باسمک القوى والقادر، وفى رواية باسم الله(مرقاة المفاتيح، ج۴ص ۱۶۵۳ ،باب مايقول عند الصباح والمسآء)

ایسی چھت پر سونے سے پرہیز کرنا جس پر آڑ نہ ہو

سونے کے آداب میں سے ایک ادب یہ ہے کہ ایسی چھت پر نہ سویا جائے کہ جس کی چہار دیواری یا کوئی آڑ وغیرہ نہ ہو۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَنْ یَّنَامَ الرَّجُلُ عَلٰی سَطْحٍ لَیْسَ بِمَحْجُوْرٍ عَلَیْهِ (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۲۸۵۴) ؎۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی کے ایسی چھت پر سونے سے منع فرمایا کہ جس پر آڑ (چہاردیواری وغیرہ) نہ ہو (ترمذی)

حضرت علی بن شیبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ بَاتَ عَلٰی ظَهْرِ بَیْتٍ لَیْسَ لَهٗ حِجَارٌ، فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ (سنن أبی داود، رقم الحدیث ۵۰۴۱)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ایسی چھت پر رات گزاری کہ اس پر پتھر (یعنی دیوار) نہ ہو، تو اس سے ذمہ بری ہے (ابوداؤد)

یعنی وہ اپنے قصور کا خود ذمہ دار ہے۔

اس مضمون کی اور سندوں سے بھی احادیث مروی ہیں، جن میں سے بعض سندوں پر کلام ہے، لیکن مجموعی طور پر یہ مضمون معتبر ہے۔ ؎۲

؎۱ قال الترمذی: هَذَا حَدِیثٌ غَرِیبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِیثِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ، وَعَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ عُمَرَ یُضَعَّفُ.

؎۲ أَنَّ نَبِیَّ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :مَنْ بَاتَ فَوْقَ إِجَّارٍ ، أَیْ فَوْقَ بَیْتٍ لَیْسَ حَوْلَهُ شَیْءٌ یَرُدُّ رِجْلَهُ، فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ ، وَمَنْ رَكِبَ الْبَحْرَ بَعْدَ مَا یَرْتَجُّ ، فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ "(مسند احمد، رقم الحدیث ۲۰۷۴۹)

إسناده ضعیف لجهالة زهیر بن عبد الله، فإنه لم یَرْوِ عنه غیر أبی عمران الجَوْنی، وانفرد ابن حبان فذكره فی "ثقاته"، وفی الإسناد اضطراب كما سیأتی (حاشیة مسند احمد)

عن أبی عمران الجونی، قال :كنت مع زهیر السنوری، فأتینا علی رجل نائم علی ظهر جدار لیس له ما یدفع رجلیه، فضربه برجلیه، ثم قال :قم .ثم قال زهیر :قال رسول الله صلی الله علیه وسلم " :من بات علی ظهر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

رات کو جب انسان سوجاتا ہے، تو وہ اس بات سے بے خبر ہوجاتا ہے کہ وہ کہاں ہے، اور کہاں نہیں، اور بعض اوقات انسان نیند سے بیدار ہوکر بے خیالی یا کسی اور تصور میں اسی طرح چل پڑتا ہے، اور دھڑام سے چھت سے نیچے گر پڑتا ہے، اوراس طرح کے بے شمار واقعات ہوئے ہیں، اس لئے بغیر آڑ یا بغیر دیوار والی چھت پر سونے سے منع کرنا بڑی حکمت پر مبنی ہے۔

سونے سے پہلے سرمہ لگانا

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُكْحُلَةٌ، يَكْتَحِلُ بِهَا عِنْدَ النَّوْمِ ثَلَا ثًا فِيْ كُلِّ عَيْنٍ (مسند احمد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سرمہ دانی تھی، جس سے آپ سوتے وقت ہر آنکھ میں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ جدار، وليس له ما يدفع رجليه فوقع فمات، فقد برئت منه الذمة، ومن ركب البحر في ارتجاجه فقد برئت منه الذمة ."هكذا رواه حماد بن سلمة، ورواه حماد بن زيد(شعب الايمان للبيهقي، رقم الحديث ۴۳۹۷)

عن أبي عمران الجوني، عن محمد بن زهير بن أبي جبل، عن النبي صلى الله عليه وسلم، أنه قال " :من بات على ظهر بيت ليس عليه ما يستره فمات فلا ذمة له، ومن ركب البحر حين يرتج فلا ذمة له "أبو عمران الجوني لقي غير واحد من الصحابة، وهو ممن يعد في الخضارمة، روى عن جندب، وأنس بن مالك(معرفة الصحابة لابي نعيم، رقم الحديث ۶۴۹)

حدثني الْحَكَمِ عَنْ مُجَاهِدٍ، عنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيه وسَلَّم قَال :من بات وفي يده غمر اللحم فأصابه خبل فلا يلومن إلا نفسه وعن النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيه وسَلَّم قَال :من بات على ظهر بيت ليس عليه حجره فوقع فمات فقد برئت منه الذمة(الكامل لابنِ عدي، ج۳ص۱۰۲)

عن عبد الرحمن بن علي عن أبيه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال :(من بات على ظهر بيت ليس عليه حجاب فقد برئت منه الذمة) قال أبو عبد الله في إسناده نظر(التاريخ الكبير للبخاري، ج ۱ ص ۶۷۴، رقم الحديث ۱۱۹۲ ،باب من بات على سطح ليس له سترة)

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ :مَنْ رَمَى بِاللَّيْلِ فَلَيْسَ مِنَّا، وَمَنْ رَقَدَ عَلَى سَطْحٍ لَا جِدَارَ لَهُ فَمَاتَ، فَدَمُهُ هَدَرٌ(المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۲۱۷)

قال الهيثمي:رواه الطبراني، وفيه يزيد بن عياض وهو متروك(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۲۲۷۸، باب فيمن رمانا بالليل)

[1] رقم الحديث ۳۳۱۸،مؤسسة الرسالة، بيروت،واللفظ لهٗ،مُصنف ابن أبي شيبة رقم الحديث ۲۶۱۵۰، مسند ابى يعلىٰ الموصلى، رقم الحديث ۲۶۹۴.

فى حاشية مسند احمد:حسن.

وقال حسين سليم أسد فى تخريج مسند ابى يعلىٰ : إسناده حسن والحديث صحيح.

Idara Ghufran

تین مرتبہ سرمہ لگایا کرتے تھے (مسند احمد)

اورحضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: خَيْرُ أَكْحَالِكُمْ اَلْإِثْمِدُ عِنْدَ النَّوْمِ، يُنْبِتُ الشَّعْرَ، وَيَجْلُو الْبَصَرَ (صحيح ابنِ حبان) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے سرموں میں سے بہترین سرمہ نیند کے وقت ''اثمد'' ہے، جو (پلکوں کے) بال اگاتا ہے، اور نظر کو جِلا (یعنی روشنی) بخشتا ہے (ابنِ حبان)

اورحضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ:

عَلَيْكُمْ بِالْإِثْمِدِ عِنْدَ النَّوْمِ، فَإِنَّهُ يَجْلُو الْبَصَرَ، وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ (سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ۳۴۹۶، كتاب الطب، باب الكحل بالاثمد)

ترجمہ: تم سوتے وقت ''اثمد'' سرمہ لگایا کرو، کیونکہ وہ نظر کو جِلاء (یعنی روشنی) بخشتا ہے، اور (پلکوں کے) بال اُگاتا ہے (ابنِ ماجہ)

اورحضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: عَلَيْكُمْ بِالْإِثْمِدِ، فَإِنَّهُ مَنْبَتَةٌ لِلشَّعْرِ، مَذْهَبَةٌ لِلْقَذٰى، مَصْفَاةٌ لِلْبَصَرِ (المعجم الأوسط للطبرانی) [2]

---

[1] رقم الحديث ۶۰۷۲، كتاب الطب، مؤسسة الرسالة، بيروت.

قال شعيب الانؤوط: إسناده قوى على شرط مسلم (حاشية ابنِ حبان)

[2] رقم الحديث ۱۰۶۴، دارالحرمين ، القاهرة، واللفظ لهٗ، معرفة الصحابة لابى نعيم، رقم الحديث ۴۹۴۸، تهذيب الآثار للطبرى، رقم الحديث ۷۶۹.

قال المنذرى:

رواه الطبرانى بإسناد حسن (الترغيب والترهيب، ج۳ ص۸۹، الترغيب فى الكحل بالإثمد للرجال والنساء)

وقال الهيثمى:

رواه الطبرانى فى الكبير والأوسط، وفيه عون بن محمد بن الحنفية، ذكره ابن أبى حاتم، وروى عنه جماعة، ولم يجرحه أحد، وبقية رجاله ثقات (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ج۵ ص۹۶، باب ما جاء فى الإثمد والاكتحال)

قال الطبرانى: لَا يُرْوَى هَذَا الْحَدِيثُ عَنْ عَلِيٍّ إِلَّا بِهَذَا الْإِسْنَادِ، تَفَرَّدَ بِهِ :النُّفَيْلِيُّ "

وقال الالبانى: قلت :وهو ثقة من رجال البخارى، واسمه عبد الله بن محمد بن على بن نفيل الحرانى (سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۶۶۵)

Idara Ghufran

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اثمد سرمہ کا اہتمام کرو، کیونکہ وہ (پلکوں کے) بال اگاتا ہے، گندگی (یعنی آنکھوں کا میل کچیل) دور کرتا ہے، نظر کو صاف کرتا ہے(طبرانی)

پلکوں کے بال درحقیقت آنکھوں کی، گردوغبار وغیرہ سے حفاظت کا ذریعہ ہیں۔

اور انسان دن بھر جاگنے کی حالت میں اپنی آنکھوں کو استعمال کرتا رہتا ہے، جن میں گردوغبار بھی داخل ہوتا رہتا ہے، اور اس سے بینائی اور آنکھیں متأثر ہوتی ہیں، سونے سے پہلے سُرمہ اور بطورِ خاص اثمد سُرمہ لگانے سے ان مُضر اثرات سے حفاظت ہوجاتی ہے، اور پلکوں کے بال بھی اُگتے ہیں، اور پلکوں کے بال جتنے اچھے اور گھنے ہوتے ہیں، اتنا ہی زیادہ وہ آنکھوں میں گردوغبار وغیرہ سے حفاظت کا ذریعہ بنتے ہیں۔ [۱]

---

[۱] (یجلو البصر) : من الجلاء أی یحسن النظر، ویزید نور العین، وینظف الباصرة لدفع المواد الردیة النازلة إلیها من الرأس .(وینبت) : من الإنبات (الشعر) : بفتحتین، ویجوز إسکان العین، لکن قال میرک: الروایة بفتحها .قلت :ولعل وجهة مراعاة لفظ البصر، وهو من المحسنات اللفظیة البدیعیة والمناسبات السجعیة، ونظیره ورود المشاکلة فی لا ملجا ولا منجا، وروایة :أذهب الباس رب الناس بإبدال همزة البأس ونحوها، والمراد بالشعر هنا الهدب وهو بالفارسیة مثره، وهو الذی ینبت علی أشفار العین (مرقاة، ج۷ص ۲۸۳۹، کتاب اللباس، باب الترجل)

عبرت کدہ ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَ بْصَارِ﴾ ابوجویریہ

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت یوسف علیہ السلام (قسط۳۲)

برادرانِ یوسف کی دربارِ یوسفی میں دوبارہ حاضری

مصر پہنچنے کے بعد جب یہ سب بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کے دربار میں حاضر ہوئے اور حضرت یوسف علیہ السلام نے دیکھا کہ یہ وعدہ کے مطابق ان کے حقیقی بھائی کو بھی ساتھ لے آئے ہیں، تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے حقیقی بھائی بنیامین کو خاص اپنے ساتھ ٹھہرایا۔

بعض مفسرین کے مطابق ان سب بھائیوں کے قیام کا حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ انتظام فرمایا تھا کہ دو دو کو ایک کمرہ میں ٹھہرایا، تو بنیامین تنہا رہ گئے، چنانچہ بنیامین کے ٹھہرنے کا انتظام اپنے ساتھ فرمایا ،تنہائی میں حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے حقیقی بھائی پر راز فاش کر دیا اور بتلا دیا کہ میں ہی تمہارا حقیقی بھائی یوسف ہوں، اب تم کوئی فکر نہ کرو اور جو کچھ ان بھائیوں نے اب تک کیا ہے اس سے پریشان نہ ہو۔ [۱]

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ اٰوٰٓی اِلَیْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّیْٓ اَنَا اَخُوْکَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (سورة یوسف، رقم الآیة ۶۹)

یعنی ’’اور جب وہ یوسف کے پاس گئے تو اس نے اپنے بھائی کو اپنے پاس جگہ دی کہا کہ بیشک میں تیرا بھائی ہوں پس جو کچھ یہ کرتے رہے ہیں اس پر غم نہ کر‘‘

---

[۱] ولما دخلوا علی یوسف قالوا أخونا الذی امرتنا ان نأتیک به قد جئناک به فقال أحسنتم وأصبتم وستجدون جزاء ذلک عندی -ثم أنزلهم فاکرم منزلهم -ثم أضافهم فاجلس کل اثنین منهم علی مائدة - فبقی بنیامین وحیدا -فبکی وقال لو کان أخی یوسف حیا لاجلسنی معه -فقال یوسف لقد بقی أخوکم هذا وحیدا فاجلسه مع نفسه علی مائدته فجعل یواکله -فلما کان اللیل امر لهم بمثل وقال لیم کل أخوین منکم علی مثال فبقی بنیامین وحده فقال یوسف علیه السلام هذا ینام معی علی فراشی -فبات معه فجعل یوسف یضمه الیه ویشم ریحه حتی أصبح(التفسیر المظهری، تحت آیة ۶۹ من سورة یوسف)

غم نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جو مظالم ان سوتیلے بھائیوں نے ہم پر کیے کہ مجھے والد سے جدا کر کے کنویں میں ڈالا، غلام بنا کر بیچا، اور ہمارے باپ بھائی وغیرہ کو فراق کے صدمہ میں مبتلا کیا یا اب یہاں آتے ہوئے تمہارے ساتھ کوئی سختی کی، ان باتوں سے غمگین نہ ہونا، کیونکہ اب وقت آ گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے سب غموں کو دور فرما دیں اور ان سختیوں کے بعد اللہ تعالیٰ راحت وعزت نصیب فرما دیں۔

حضرت یوسف کا اپنے بھائی کو ٹھہرانا

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے حقیقی بھائی بنیامین کو اپنے پاس روک لینے کے لئے یہ حیلہ اور تدبیر اختیار کی کہ جب سب بھائیوں کو قاعدہ کے مطابق غلہ دیا گیا، تو ہر بھائی کا غلہ ایک مستقل اونٹ پر علیٰحدہ علیٰحدہ نام سے لادا گیا، بنیامین کے لئے جو غلہ اونٹ پر لادا گیا، اس میں ایک برتن چھپا دیا گیا، اور یہ برتن قیمتی ہونے کے علاوہ ملک مصر سے کوئی خصوصیت بھی رکھتا تھا، خواہ اس حیثیت سے کہ یہ خود اس کو استعمال کرتے تھے یا اس حیثیت سے کہ بادشاہ نے اپنے حکم سے اس برتن کو غلہ ناپنے کا پیمانہ بنا دیا تھا۔ [۱]

جب برادرانِ یوسف نے اپنے اپنے اونٹوں کے ساتھ کچھ فاصلہ طے کیا، تو بادشاہ کے ہرکارے ان کے تعاقب میں پہنچ گئے، اور ان سے کہا کہ اے قافلہ والو! تم لوگ تو چور ہو۔

برادرانِ یوسف اس ندا لگانے والے کی طرف متوجہ ہوئے، اور ان سے پوچھا کہ تمہاری کیا چیز چوری ہوئی ہے، جس کی وجہ سے تم ہمیں چور کہہ رہے ہو۔

منادی کرنے والوں نے کہا کہ بادشاہ کا ''صُواع'' یعنی برتن گم ہو گیا ہے اور جو شخص اس کو کہیں سے برآمد کرے گا اس کو ایک اونٹ بھر غلہ انعام میں ملے گا اور میں اس کا ذمہ دار ہوں۔

---

[۱] یہاں ایک سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو اپنے پاس روکنے کا یہ حیلہ کیوں کیا، جبکہ ان کو معلوم تھا کہ والد ماجد کے لئے خود ان کی مفارقت کا صدمہ ناقابلِ برداشت تھا، اب دوسرے بھائی کو روک کر ان کو دوسرا صدمہ دینا کیسے گوارا کیا؟

دوسرا سوال اس سے زیادہ اہم یہ ہے کہ بے گناہ بھائیوں پر چوری کا الزام لگانا اور اس کے لئے یہ جعلسازی کہ ان کے سامان میں خفیہ طور سے کوئی چیز رکھ دی اور پھر علانیہ ان کی رسوائی ظاہر ہو یہ سب کام ناجائز ہیں، اللہ کے نبی یوسف علیہ السلام نے ان کو کیسے گوارا کیا؟

بعض مفسرین قرطبی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ جب بنیامین نے یوسف علیہ السلام کو پہچان لیا اور وہ مطمئن ہو گئے تو بھائی سے یہ درخواست کی کہ اب آپ مجھے ان بھائیوں کے ساتھ واپس نہ بھیجئے، مجھے اپنے پاس رکھئے، حضرت یوسف علیہ السلام نے پہلے تو یہی عذر کیا کہ اگر تم یہاں رُک گئے تو والد کو صدمہ شدید ہوگا دوسرے تمہیں اپنے پاس روکنے کی اس کے سوا کوئی صورت نہیں کہ میں تم پر چوری کا الزام لگاؤں اور اس الزام میں گرفتار کر کے اپنے پاس رکھ لوں، بنیامین ان بھائیوں کی معاشرت سے کچھ ایسے تنگ تھے کہ ان سب باتوں کے لئے تیار ہو گئے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن جب نداء لگانے والے نے برادرانِ یوسف پر چوری کا الزام لگایا تو انھوں نے کہا کہ مصر کے وزراء وغیرہ اور شریف لوگ خود ہمارے حالات سے واقف ہیں کہ ہم کوئی فساد کرنے یہاں نہیں آئے، اور نہ ہی ہم چور ہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لیکن یہ واقعہ صحیح بھی ہو تو والد کی دل آزاری اور سب بھائیوں کی رسوائی اور ان کو چور کہنا صرف بنیامین کے راضی ہوجانے سے تو جائز نہیں ہوسکتا۔

اور بعض حضرات نے اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ منادی کا ان کو چور کہنا یوسف علیہ السلام کے علم واجازت سے نہ ہوگا، یہ ایک بے دلیل دعویٰ اور صورتِ واقعہ کے لحاظ سے بے جوڑ بات ہے۔

اسی طرح بعض حضرات نے یہ فرمایا ہے کہ ان بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کو والد سے چرایا اور فروخت کیا تھا اس لئے ان کو چور کہا گیا، یہ بھی ایک تاویل ہے۔

اس لئے ان سب سوالوں کا صحیح جواب وہی ہے جو بعض مفسرین نے دیا ہے کہ اس واقعہ میں جو کچھ کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے وہ نہ بنیامین کی خواہش کا نتیجہ تھا نہ یوسف علیہ السلام کی اپنی تجویز کا بلکہ یہ سب کام اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسی کی حکمتِ بالغہ کے نتیجے میں ہوئے تھے ، اور یہ دراصل حضرت یعقوب علیہ السلام کے ابتلاء وامتحان کی تکمیل تھی۔

اس جواب کی طرف خود قرآن مجید کی اس آیت میں بھی اشارہ موجود ہے کہ:

كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ

یعنی ”ہم نے اسی طرح تدبیر کی یوسف علیہ السلام کے لئے اپنے بھائی کو روکنے کی“

اس آیت میں واضح طور پر اس حیلہ وتدبیر کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا ہے کہ یہ سب کام جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوئے ہیں، تو ان کو ناجائز کہنے کے کوئی معنیٰ نہیں رہتے۔

اس کی مثال ایسی ہی ہوگی جیسے حضرت موسیٰ اور خضر علیہما السلام کے واقعہ میں کشتی توڑنا، لڑکے کو قتل کرنا وغیرہ جو بظاہر گناہ تھے اسی لئے موسیٰ علیہ السلام نے ان پر نکیر کی، مگر حضرت خضر یہ سب کام اللہ تعالیٰ کے حکم سے خاص مصالح کے تحت کر رہے تھے اس لئے ان کے حق میں یہ گناہ کے کام نہیں تھے۔

وهنا اعتراضان :الأول -إن قيل :كيف رضى بنيامين بالقعود طوعا وفيه عقوق الأب بزيادة الحزن، ووافقه على ذلك يوسف؟ وكيف نسب يوسف السرقة إلى إخوته وهم براء وهوالثانى -فالجواب عن الأول :أن الحزن كان قد غلب على يعقوب بحيث لا يؤثر فيه فقد بنيامين كل التأثير، أولا تراه لما فقده قال ":يا أسفى على يوسف "ولم يعرج على بنيامين، ولعل يوسف إنما وافقه على القعود بوحى، فلا اعتراض .وأما نسبة يوسف السرقة إلى إخوته فالجواب :أن القوم كانوا قد سرقوه من أبيه فألقوه فى الجب، ثم باعوه، فاستحقوا هذا الاسم بذلك الفعل، فصدق إطلاق ذلك عليهم .جواب آخر -وهو أنه أراد أيتها العير حالكم حال السراق، والمعنى :إن شيئا لغيركم صار عندكم من غير رضا الملك ولا علمه .جواب آخر -وهو أن ذلك كان حيلة لاجتماع شمله بأخيه، وفصله عنهم إليه، وهذا بناء على أن بنيامين لم يعلم بدس الصاع فى رحله، ولا أخبره بنفسه .وقد قيل :إن معنى الكلام الاستفهام، أى أو إنكم لسارقون؟ كقوله ":وتلك نعمة "أى أو تلك نعمة تمنها على؟ والغرض ألا يعزى إلى يوسف صلى الله عليه وسلم الكذب(تفسير القرطبى، تحت آية ۷۰ من سوره يوسف)

قرآن مجید میں اس گفتگو کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ:

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ. قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ. قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَاءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ. قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ (سورة یوسف، رقم الآیة ۷۰ الیٰ ۷۳)

یعنی ''پھر جب یوسف نے ان کا سامان تیار کر دیا تو اپنے بھائی کے اسباب میں کٹورا رکھ دیا پھر پکارنے والے نے پکارا اے قافلہ والو! بے شک تم البتہ چور ہو (برادرانِ یوسف) ان کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے کہ تمہاری کیا چیز گم ہوگئی ہے۔ انہوں نے کہا ہمیں بادشاہ کا کٹورا نہیں ملتا جو اسے لائے گا، وہ (انعام میں) ایک اونٹ بھر کا غلہ پائے گا اور میں اس کا ضامن ہوں۔ انہوں نے کہا اللہ کی قسم تمہیں معلوم ہے ہم اس ملک میں فساد کرنے کے لیے نہیں آئے اور نہ ہم کبھی چور تھے''

پہلی آیت میں لفظ ''ثم'' سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ منادی فوراً ہی نہیں کی گئی بلکہ کچھ مہلت دی گئی یہاں تک کہ قافلہ روانہ ہوگیا اس کے بعد یہ منادی کی گئی تاکہ کسی کو جلسازی کا شبہ نہ ہو جائے، بہرحال اس منادی کرنے والے نے برادرانِ یوسف کے قافلہ کو چور قرار دے دیا۔

اس برتن کو قرآن مجید نے ایک جگہ لفظ ''سقایۃ'' اور دوسری جگہ ''صُوَاعَ الْمَلِكِ'' کے لفظ سے تعبیر کیا ہے ''سقایہ'' کے معنیٰ پانی پینے کا برتن اور ''صواع'' بھی اسی طرح کے برتن کو کہتے ہیں، اس کو ملک کی طرف منسوب کرنے سے اتنی بات اور معلوم ہوئی کہ یہ برتن کوئی خاص قیمت اور حیثیت رکھتا تھا، بعض روایات میں ہے کہ ''زبرجد'' کا بنا ہوا تھا، بعض نے سونے کا، بعض نے چاندی کا بتلایا ہے۔ [۱]

(جاری ہے......)

---

[۱] واختلف فی جنسه، فروی شعبة عن أبی بشر عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال :کان صواع الملک شی من فضة یشبه المکوک، من فضة مرصع بالجوهر، یجعل علی الرأس، وکان للعباس واحد فی الجاهلیة، وسأل نافع 1 بن الأزرق ما الصواع؟ قال :الإناء ، قال فیه الأعشی:

له درمک فی رأسه ومشارب ...وقدر وطباخ وصاع ودیسق 2

وقال عکرمة :کان من فضة .وقال عبد الرحمن بن زید :کان من ذهب، وبه کال طعامهم مبالغة فی إکرامهم .وقیل :إنما کان یکال به لعزة الطعام(تفسیر القرطبی، تحت آیة ۷۰ من سورة یوسف)

طب وصحت

مفتی محمد رضوان

بیمار کی عیادت کے وقت کی مسنون دعائیں

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰی رَجُلٍ يَعُوْدُهٗ، فَقَالَ : لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ (بخاری، رقم الحديث ۵٦٦٢، باب ما يقال للمريض، وما يجيب)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک آدمی کی عیادت کرنے کے لئے تشریف لے گئے، پھر آپ نے یہ دعا پڑھی کہ:

لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ

''یعنی کچھ حرج نہیں، ان شاء اللہ (یہ بیماری گناہوں سے) پاک کرنے والی ہے'' (بخاری)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ : مَنْ عَادَ مَرِيْضًا، لَمْ يَحْضُرْ أَجَلُهٗ فَقَالَ عِنْدَهٗ سَبْعَ مِرَارٍ: أَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ أَنْ يَشْفِيَكَ، إِلَّا عَافَاهُ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ الْمَرَضِ (ابوداؤد، رقم الحديث ۳۱۰٦، السنن الكبرىٰ للنسائی، رقم الحديث ۱۰۸۱۷، مسند احمد، رقم الحديث ۲۱۳۸، ابنِ حبان، رقم الحديث ۲۹۷۵؛ مستدرک حاکم، رقم الحديث ۸۲۸۲) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی ایسے مریض کی عیادت کی، کہ جس کی موت واقع نہیں ہو رہی تھی، پھر اس کے پاس سات مرتبہ یہ دعا پڑھی کہ:

أَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ أَنْ يَشْفِيَكَ

---

[1] قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، ولم يخرجاه بعد أن اتفقا على حديث المنهال بن عمرو بإسناده، كان يعوذ الحسن والحسين.

وقال الذهبی: على شرط البخاری ومسلم

وفی حاشية مسند احمد: حديث صحيح.

وفی حاشية ابن حبان: إسناده صحيح على شرط الصحيح.

Idara Ghufran

’’یعنی میں اللہ سے سوال کرتا ہوں، جو عظیم ہے اور عظیم عرش کا رب ہے، کہ آپ کو شفاء عطا فرمائے‘‘

تو اس مریض کو اللہ اس مرض سے عافیت عطا فرمائے گا (ابوداؤد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ إِذَا عَادَ مَرِيْضًا يَقُوْلُ : أَذْهِبِ الْبَاسَ، رَبَّ النَّاسِ، اِشْفِهِ أَنْتَ الشَّافِيْ، لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا (مسلم،رقم الحديث ۲۱۹۱ ’’۴۷‘‘باب استحباب رقية المريض)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مریض کی عیادت کرتے تھے، تو یہ دعا پڑھتے تھے کہ:

اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ اِشْفِهٖ اَنْتَ الشَّافِیْ لَاشِفَاءَ اِلَّا شِفَائُکَ شِفَاءً لَايُغَادِرُ سَقَماً.

’’یعنی تکلیف کو دُور فرما دیجیے اے لوگوں کے رب! اس کو شفاء عطا فرما دیجیے، آپ ہی شفاء عطا فرمانے والے ہیں، آپ کی شفاء کے علاوہ کوئی اور شفاء نہیں؛ اس کو ایسی شفا عطا فرما دیجیے کہ جو کسی بیماری کو نہ چھوڑے‘‘ (مسلم)

بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مریض کے جسم پر، اور بعض روایات کے مطابق مریض کے تکلیف دہ مقام پر اپنا داہنا ہاتھ پھیر کر مذکورہ دعاء کیا کرتے تھے، اور اس دعاء سے مریض پر دَم بھی کیا کرتے تھے۔ [1]

---

[1] عَنْ عَائِشَةَ،أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ، كَانَ إِذَا عَادَ مَرِيضًا مَسَحَهُ بِيَدِهِ، وَقَالَ " :أَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ، وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِي، لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا "، فَلَمَّا مَرِضَ مَرَضَهُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، قَالَتْ عَائِشَةُ :أَخَذْتُ بِيَدِهِ، فَذَهَبْتُ لِأَقُولَ، فَانْتَزَعَ يَدَهُ، وَقَالَ " :اللهُمَّ اغْفِرْ لِي، وَاجْعَلْنِي فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَى (مسنداحمد، رقم الحديث ۲۴۹۴۶)

في حاشية مسند احمد:إسناده صحيح على شرط الشيخين .

عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا :أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعَوِّذُ بَعْضَ أَهْلِهِ، يَمْسَحُ بِيَدِهِ اليُمْنَى وَيَقُولُ :اللَّهُمَّ رَبَّ النَّاسِ أَذْهِبِ البَاسَ، اشْفِهِ وَأَنْتَ الشَّافِي، لاَ شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ، شِفَاءً لاَ يُغَادِرُ سَقَمًا (بخاری،رقم الحديث ۵۷۴۳، باب رقية النبی ﷺ)

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْقِي يَقُولُ :امْسَحِ البَاسَ رَبَّ النَّاسِ، بِيَدِكَ الشِّفَاءُ،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا جَاءَ الرَّجُلُ يَعُودُ مَرِيضًا، قَالَ: اَللّٰهُمَّ اشْفِ عَبْدَكَ، يَنْكَأُ لَكَ عَدُوًّا، وَيَمْشِيْ لَكَ إِلَى الصَّلَاةِ (مسند احمد، رقم الحديث ۶۶۰۰، ابن حبان، رقم الحديث ۲۹۷۴، ابوداؤد، رقم الحديث ۳۱۰۷، المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۱۰۷، مستدرک حاکم، رقم الحديث ۱۲۷۳) [۱]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدمی کسی مریض کی عیادت کے لئے جائے تو یہ دعاء کرے کہ:

اَللّٰهُمَّ اشْفِ عَبْدَكَ، يَنْكَأُ لَكَ عَدُوًّا، وَيَمْشِيْ لَكَ إِلَى الصَّلَاةِ

''یعنی اے اللہ! اپنے بندے کو شفاء عطاء فرما دیجئے، تا کہ وہ تیرے دشمن سے انتقام لے سکے اور نماز کے لئے چل کر جاسکے'' (مسند احمد)

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

لَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا أَنْتَ (بخاری، رقم الحديث ۵۷۴۴، باب رقية النبی ﷺ)

عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا عَادَ مَرِيضًا وَضَعَ يَدَهُ عَلَى الْمَكَانِ الَّذِى يَشْتَكِي الْمَرِيضُ ثُمَّ يَقُولُ: بِسْمِ اللَّهِ أَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ، وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِ لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا (الدعاء للطبرانی، رقم الحديث ۱۱۰۲)

[۱] فی حاشية ابن حبان: إسناده حسن.

ہفتہ وار اصلاحی مجلس

ادارہ غفران میں

حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم

کی ہفتہ وار اصلاحی مجلس بروز اتوار، صبح دس بجے ہوتی ہے۔

انتظامیہ: ادارہ غفران، گلی نمبر 17، چاہ سلطان، راولپنڈی فون: 051-5507270-5507530

اخبارِ ادارہ **مولانا محمد امجد حسین**

ادارہ کے شب وروز

□......جمعہ۱۲/۱۹/۲۶/ربیع الاول اور۴/ربیع الآخر متعلقہ مساجد میں وعظ ومسائل کے سلسلے ہوئے۔

□......۱۴/۲۱/۲۸/ربیع الاول اور/۶/ربیع الآخر اتوار دن دس بجے تا ۱۲ بجے مدیر محترم کی ہفتہ وار اصلاحی مجلس حسبِ معمول منعقد ہوتی رہی،ان تاریخوں میں بعد ظہر کی ہفتہ وار بزمِ ادب اور بعد عصر کی شعبہ حفظ کی ہفتہ وار اصلاحی مجلس بھی حسبِ معمول منعقد ہوتی رہی۔

□......۱۱/ربیع الاول ، جمعرات ،ارکانِ ادارہ دن ۱۲ بجے کے قریب بغرضِ تفریح ایک قریبی پارک گئے، دوپہر کا کھانا وہاں کھایا،قریب المغرب واپسی ہوئی۔

□......۲۷/ربیع الاول ، ہفتہ ،ادارہ کے احباب مدیر صاحب کی معیت میں جناب عارف صاحب کے ہاں عشائیہ پر مدعو تھے،ان کے ہاں جانا ہوا۔

□......۲۰/ربیع الاول ہفتہ مفتی محمد یونس صاحب چند یوم کی رخصت پر ایک خانگی ضرورت میں اپنے علاقے تشریف لے گئے۔

□......۲۰/ربیع الاول ہفتہ راقم الحروف کے والد مولانا عبداللطیف صاحب کا ڈسٹرکٹ ہسپتال،راولپنڈی میں آپریشن(Prostat)ہوا(ان کی صحت کے لئے قارئین کرام سے دعا کی درخواست ہے)

□......۱۰/ربیع الاول ، بدھ،شعبہ قرآن کے معلم جناب قاری عبدالحلیم صاحب کا اپنے علاقہ بٹگرام(مانسہرہ ڈویژن)میں نکاح ورخصتی ہوئی،اگلے دن ولیمہ ہوا۔

□......۶/ربیع الآخر اتوار مولانا مفتی عبدالحمید تونسوی صاحب(نبیرہ حضرت اقدس مولانا عبدالستار تونسوی علیہ الرحمۃ)ادارہ میں تشریف لائے۔

□......۱۰/ربیع الآخر، جمعرات،دوپہر کو قاری عبدالحلیم صاحب کی طرف سے احبابِ ادارہ کی کھانے کی ضیافت ہوئی۔

□......۲۳/صفر اتوار بعد مغرب تا عشاء ادارہ کے شعبہ تعلیمات کے تحت یوم والدین کا جلسہ ہوا،جس میں مفتی محمد یونس صاحب کا اصلاحی بیان ہوا،اور سہ ماہی امتحانات کے تمام تعلیمی شعبوں کے نتائج سنائے گے(یہ خبر سابق شمارے میں درج ہونے سے رہ گئی تھی)

Idara Ghufran

اخبارِ عالم

حافظ غلام بلال

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

21/جنوری/2013ء، بمطابق ۸/ربیع الاول/1434ھ: امریکہ کی نئی انسدادِ دہشت گردی پالیسی تیار، سی آئی اے کو پاکستان میں ڈرون حملے جاری رکھنے کی اجازت 22/جنوری: پاکستان: پٹرول 1.65، مٹی کا تیل 1.09 روپے مہنگا، ڈیزل 92 پیسے سستا 23/جنوری: پاکستان: کامران ہلاکت کیس میں ڈی جی نیب کوثر ملک کو شاملِ تفتیش کرنے کا فیصلہ 24/جنوری: پاکستان: مشترکہ مفادات کونسل کا اجلاس، لیڈی ہیلتھ ورکرز کو مستقل کرنے کی منظوری، 2022ء تک پنشن نہیں ملے گی 25/جنوری: پاکستان: آج ۱۲ ربیع الاول کے موقع پر راولپنڈی سمیت 59 شہروں میں موبائل سروس بندر ہے گی 26/جنوری: پاکستان: (تعطیل اخبارات) 27/جنوری: پاکستان: ایک ہی نیا صوبہ "بہاولپور جنوبی پنجاب" بنے گا، پارلیمانی کمیشن میں سفارشات منظور 28/جنوری: پاکستان: بزنس ٹرین کی بندش، ریلوے کے 32 کروڑ ڈوبنے کا خدشہ 29/جنوری: پاکستان: لاہور ہائی کورٹ، 350 یونٹ تک بجلی کے بلوں پر فیول ایڈجسمنٹ سرچارج غیر قانونی قرار 30/جنوری: قازقستان میں مسافر طیارہ گر کر تباہ، 20 افراد ہلاک 31/جنوری: پاکستان: وفاقی کابینہ کا اجلاس، گوادر پورٹ چینی کمپنی کو دینے، ایران گیس منصوبے، تجارتی پالیسی منظور یکم/فروری: پاکستان: کراچی میں فائرنگ سے مفتی عبدالمجید دین پوری سمیت تین افراد شہید 02/فروری: پاکستان: ہنگو، مسجد کے باہر خودکش دھماکہ 27 افراد جاں بحق، 46 زخمی 03/فروری: پاکستان: لسٹوں سے پونے چار کروڑ بوگس ووٹ نکال دیئے، الیکشن کمیشن 04/فروری: پاکستان: نواز شریف، فضل الرحمٰن، منور حسن ضمانت دیں، تو مذاکرات کریں گے، طالبان 05/فروری: پاکستان: ملک بھر میں بارشیں، پختونخوا میں تباہی، 21 جاں بحق، 34 زخمی 06/فروری: پاکستان: مختلف ممالک کی جیلوں میں 8 ہزار 715 پاکستانی قید ہیں، وزارتِ خارجہ 07/فروری: پاکستان: 4 سال میں دفاعی تنصیبات پر 16 حملے ہوئے، 20 ارب کا نقصان اواکس طیارہ تباہ ہوا، سیکرٹری دفاع 08/فروری: پاکستان: بھارتی ماہی گیر سالانہ 5 ارب کی مچھلی لے جاتے ہیں، پاک بحریہ 09/فروری: پاکستان: مہنگائی، مالیاتی خسارہ میں اضافہ، زرمبادلہ ذخائر کم ہوئے، شرح سود 9.5 فیصد برقرار، مانیٹری پالیسی 10/فروری: پاکستان: بھارت نے افضل گورو کو پھانسی دے کر جیل ہی میں دفنا دیا 11/فروری: پاکستان: افغانستان سے نیٹو افواج کا انخلاء شروع، فوجی سامان کے 25 کنٹینرز طورخم کے راستہ کراچی روانہ 12/فروری: پاکستان: طاہر القادری پہلے حقِ دعویٰ ثابت کریں، کینیڈا کا شہری پاکستانی الیکشن کمیشن کو کس طرح چیلنج کر سکتا ہے، سپریم کورٹ 13/فروری: شمالی کوریا کا تیسرا ایٹمی تجربہ بھی کامیاب، عالمی

برادری ناراض ☜ 14 /فروری: پاکستان: الیکشن کمیشن کی تشکیلِ نو کے لئے قادری کی درخواست مسترد، توہینِ عدالت کی کارروائی بھی ہوسکتی ہے، سپریم کورٹ ☜ 15 /فروری: پاکستان: 51 ڈی ایم جی افسروں کی گریڈ 21 میں ترقی کی منظوری ☜ 16 /فروری: پاکستان: کراچی میں دنیا کی بلند ترین عمارت بنانے سمیت 45 ارب ڈالر کے منصوبے کی منظوری، ابوظہبی گروپ اور بحریہ ٹاؤن میں معاہدہ طے ہوگیا ☜ 17 /فروری: پاکستان: کوئٹہ، ہزارہ ٹاؤن میں بم دھماکہ 78 افراد جاں بحق، 180 زخمی ☜ 18 /فروری: پاکستان: کوئٹہ میں 90 میتوں کے ساتھ پھر دھرنا، فوجی ٹارگٹڈ آپریشن تک تدفین سے انکار ☜ 19 /فروری: پاکستان: گوادر کا انتظام چین کے حوالے، معاہدے پر دستخط ☜ 20 /فروری: شام میں تشدد جاری، 40 ہلاک، بشارالاسد کے محل پر مارٹر حملہ، روس نے اپنے شہری نکالنا شروع کردیئے۔

بسلسلہ: نماز کے فضائل واحکام

نفل وسنت نمازوں کے فضائل واحکام

سنت اور نفل نمازوں کے فضائل، سنت اور نفل نمازوں کے احکام

پانچوں نمازوں کے ساتھ سنت اور نفل نمازوں کے مختلف فضائل وفوائد اور احکام

نمازِ تہجد، اشراق، چاشت، اوابین، تحیۃ الوضوء، تحیۃ المسجد، صلاۃ التسبیح، نمازِ گرہن، نمازِ استسقاء، صلاۃ التوبۃ، صلاۃ الحاجت، نمازِ سفر، نمازِ استخارہ، نمازِ احرام، نمازِ طواف، سجدۂ شکر، سجدۂ تلاوت اور نمازِ نذر وغیرہ کے تفصیلی فضائل واحکام اور نفل وسنت نمازوں سے متعلق کئی نادر مسائل کا مجموعہ

مستند احادیث، روایات وآثار، اور فقہی مراجع ومآخذ اور حوالوں کے ساتھ

مصنّف: مفتی محمد رضوان

(علمی وتحقیقی سلسلہ نمبر 23)

معینُ المفتی

من مقدمة عمدة الرعاية وامام الكلام

للعالم الكبير العلامة ابى الحسنات الشيخ عبد الحى اللكنوى (المتوفى ١٣٠٤هـ)

الجامع والمحشى: المفتى محمد رضوان

الناشر: اداره غفران، راولبندى، الباكستان